وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو وحی ہوتی ہے جو بھیجی جاتی ہے

(سورۃ النجم آیت ۳)

اِس دور کا
عظیم فتنہ

یعنی فتنۂ اِنکارِ حدیث
حجیت حدیث اور منکرینِ حدیث کے سلسلے میں
ایک نادر اور عمدہ کتاب

مُصنّف
مُفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث
حضرت مولانا مُفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ
شہیدِ ختمِ نبوت حضرت مولانا
محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

تعارف
حضرت مُفتی
محمد جمیل خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ حکیم الامت
کمرشل ایریا، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی

نام کتاب .... اِس دور کا عظیم فتنہ

مصنف .... حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ

سن طباعت .... رجب ۱۴۲۸ھ بمطابق جولائی ۲۰۰۷ء

باہتمام .... ابو عبدالرحمٰن

ناشر .... مکتبہ حکیم الامتؒ، ناظم آباد نمبر۲، کراچی۔

طابع .... ادارۂ طباعت، ناظم آباد نمبر۲، کراچی۔
موبائل: 0333-2136180

کمپوزنگ .... ادارۂ طباعت، ناظم آباد نمبر۲، کراچی۔

ملنے کا پتہ

مشہور اسلامی کتب خانوں سے طلب فرمائیں!

اجمالی فہرست مضامین

تعارف 1

تقریظ 3

مصنف ایک نظر میں 5

ابتداء کتاب 9

حفاظتِ حدیث اور اُمت کی خدمات 28

ہندوستان میں حدیث کی آمد 34

ہندوستان میں انکارِ حدیث 36

پرویز اور فتنۂ انکارِ حدیث 38

عمر احمد عثمانی مجدّد انکارِ حدیث 52

منکرین حدیث کی مغالطہ انگیزی 58

حدیث بھی وحی ہے 64

حدیث کی حجیت 67

اطاعتِ رسول 69

قرآن فہمی کیلئے حدیث کی حاجت 73

حرفِ آخر 74

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

یہ کتاب جو کہ حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ کی تصنیف ہے غالباً ۱۴۰۴ھ میں ''اقرأ روضۃ الاطفال'' نے شائع کی تھی۔ اُس کے بعد نایاب تھی۔ بندہ کے پاس ایک نسخہ موجود تھا۔ ایک دن نظر پڑی تو خیال آیا کہ اس وقت چونکہ یہ فتنہ انکارِ حدیث دوبارہ سر اُٹھا رہا ہے۔ اور عالمِ اسلام کے مختلف خطوں میں (جن میں پاکستان بھی شامل ہے) جدیدیت پسندی، روشن خیالی، رواداری اور مذہبی آزادی کے پردوں میں پھیل رہا ہے۔ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ و یورپ کے دیگر ممالک اور عالمِ عرب میں یہ فتنہ سرگرمِ عمل ہے۔ غلام احمد پرویز کے ماننے والے انٹرنیٹ، لٹریچر کے ذریعہ بھی دُنیا بھر میں کام کر رہے ہیں۔ برطانیہ میں ان کے کئی ایک مراکز بھی قائم ہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کتاب کو ایک مرتبہ پھر شائع کیا جائے تاکہ دورِ جدید کے فتنۂ انکارِ حدیث کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ یہ کتاب ''مکتبہ حکیم الامتؒ'' کی طرف سے نئے سرے سے کمپوزنگ کروا کر شائع کی جارہی ہے۔ ادارہ نے اس کتاب میں موجود اکابرین کے تعارف اور تقریظ کو من وعن شائع کیا ہے لہٰذا قارئینِ کرام ان کو کتاب کی طبعِ اوّل کے لحاظ سے مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس کاوش کو ہم سب کے لئے نافع اور اُخروی نجات کا ذریعہ بنائے اور اس محنت کو قبول فرمالیں۔ (امین)

طالبِ دُعا

ابو عبدالرحمٰن

۲۴ رجمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

جیسا کہ معلوم ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تمام احادیث مبارکہ کا انکار یا دوسرے لفظوں میں حدیث وسنت نبوی کو مأخذ احکام تسلیم نہ کرنا ایک عظیم فتنہ ہے، مستشرقین یورپ سے یہ فتنہ شروع ہوا، پھر ان کی آواز میں آواز ملا کر ہمارے یہاں کے تجدد پسند بھی ان میں شامل ہو گئے پھر جب سے ہمارے ملک میں اسلامی احکام کے نفاذ کا نام لیا جارہا ہے اُس وقت سے ایسے حضرات جن کا کام ہی یہ ہے کہ یورپ وروس کے نظریات اور ان کی تحقیقات (جن کی بنیاد اسلام دشمنی پر ہے) کو اساس بنا کر اسلام کو سمجھا جائے، یہ لوگ ان کے پس خوردہ کی جگالی کررہے ہیں، جس کے نتیجہ میں رجم، خواتین کی شہادت، اسلام اور حجاب شرعی، دیت وقصاص کے سلسلے میں خواتین کے احکام وغیرہ وغیرہ مسائل اُٹھائے جارہے ہیں۔ بعض جج صاحبان جو مملکت پاکستان سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کررہے ہیں (جس کے دستور اور آئین میں کتاب وسُنت کے الفاظ موجود ہیں)، اسی طرح بعض مشہور وکلاء جو مسلمانوں سے بڑی بڑی فیسیں وصول کررہے ہیں، (عام جمہور مسلمان حدیث کے مأخذ احکام ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں) یہ حضرات بھی منکرین حدیث کے ٹولہ میں شامل ہو گئے ہیں۔ سطور ذیل میں تاریخی اور دینی حیثیت سے اس کی نقاب کشائی کی گئی ہے جس کی تقریب یہ ہوئی کہ راقم الحروف نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں عصر کے بعد اس سلسلہ میں ایک تقریر کی تھی، اس تقریر کو بعض طلبۂ جامعہ نے لکھ بھی لیا اور ٹیپ بھی کرلیا۔ اس تحریر اور ٹیپ کو سامنے رکھ کر عزیزانِ گرامی مولوی خالد محمود صاحب مدرس مدرسہ بنوریہ سائٹ، نائب مدیر اقراء / اقراء روضۃ الاطفال اور مولوی مزمل حسین کپاڈیا نائب مدیر اقراء نے تبییض وترتیب دیا۔

''فتوی پرویز'' مرتبہ راقم سے اضافہ بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو علم و عمل کی کامیابیاں عنایت فرمائے اور دین متین کا کام اخلاص سے لے لے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رضا اور رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ بنائے (کیونکہ انکارِ حدیث درحقیقت رسولِ اکرم ﷺ کے منصبِ نبوت کا انکار ہے)

وما ذالک علی اللہ بعزیز

کتبہ

ولی حسن غفرلہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

۲۹ رجب ۱۴۰۴ھ

تقریظ

شہیدِ ختمِ نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

خلیفۂ مجاز

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ و عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حدیث نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف صلوۃ و سلام) اُمت اسلامیہ کے لئے کئی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ **اوّل** یہ کہ حدیث قرآنِ کریم کی شرح و تفصیل ہے۔ اسی بنا پر قرآنِ کریم نے اس کو "بیان القرآن" فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ثم انّ علینا بیانہ﴾ (القیامۃ)

ترجمہ: پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کو بیان کرنا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وانزلنا الیک الذکر لتبیّن للناس ما نزل الیھم﴾ (النحل:۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے اُتارا آپ کی طرف یہ نصیحت نامہ تاکہ آپ بیان کریں لوگوں کے لئے جو اُتارا گیا ہے انکی طرف۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبیّن لھم الذی اختلفوا فیہ﴾ (النحل:۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لئے اتاری ہے کہ آپ ان کے سامنے اس چیز کو بیان کریں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

دوم: یہ کہ دین و شریعت اور صراط مستقیم کی تشکیل حدیث و سنّت پر موقوف ہے۔ اگر

''حدیثِ نبوی'' کو درمیان سے نکال دیا جائے تو نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ جیسے بنیادی ارکان کا بھی کوئی عملی نقشہ مرتب نہیں کیا جا سکتا۔

سوم: حدیث نبوی کے ذریعہ اُمّتِ مرحومہ کا رابطہ اپنے نبی ﷺ سے قائم و دائم ہے۔ اور آنے والی اُمّت بھی آنحضرت ﷺ کے انفاسِ طیبہ سے اسی طرح مستفید ہو رہی ہے جس طرح وہ خوش بخت طبقہ ان سے مستفید ہوا جنھیں براہ راست آنحضرت ﷺ کے ارشادات مقدسہ سننے کا شرف حاصل ہوا۔ اگر آنحضرت ﷺ کے ارشادات محفوظ نہ ہوتے تو بعد کی اُمت آپ ﷺ کے ارشاد و ہدایت سے محروم ہو جاتی، اور اُمت اور نبی اُمت کے درمیان رابطہ کٹ جاتا۔

ارشاداتِ نبویہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ اور اسلام کا یہ مقدس ترین ذخیرہ سینوں اور سفینوں میں اس طرح محفوظ ہوا جس کی کوئی نظیر کسی مذہب و ملت میں نہیں ملتی۔

اُمتِ اسلامیہ نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس عظیم اور نعمتِ کبریٰ کا تشکر و امتنان کے ساتھ استقبال کیا اور اس کی قدر دانی کا واقعی حق ادا کر دیا۔ لیکن بعض بدقسمت لوگ حدیثِ نبویؐ کے بارے میں مختلف شکوک و شبہات پھیلا کر اُمت کو اس نعمت کے فیضان سے محروم کرنا اور اُمت کا رشتہ نبی کریم ﷺ سے کاٹ دینا چاہتے ہیں۔ اس رسالہ میں جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن خان صاحب ٹونکی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس قسم کے لوگوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اہل اسلام کو ان کے مکر و فریب سے آگاہ کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ یہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک تقریر ہے جسے نظر ثانی کے بعد ماہنامہ بیّنات، کراچی میں شائع کیا گیا تھا۔ اور اب اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حق تعالیٰ اس رسالہ کو امت کے لئے مفید بنائے اور ناشرین کو دنیا و آخرت میں بیش از بیش ترقیات سے نوازے۔

وللہ الحمد اوّلاً و آخراً

۸ دسمبر ۱۴۰۴ھ

مصنف ۔ ایک نظر میں

از

حضرت مفتی محمد جمیل خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی وعلٰی آلہ و اصحابہ اجمعین

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں کہ اس وقت برصغیر پاک و ہند میں افتاء اور فقہی مسائل میں آپ کا کوئی مقابل نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا علم عطا فرمایا کہ مخالف و موافق سب ہی اسکے معترف ہیں ۔ فقہی مسائل میں آپ کی رائے آخری اور حتمی تصور کی جاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے تمام علماء کرام نے آپ کو بیک زبان مفتی اعظم پاکستان تسلیم کیا ۔ آپ کی سب سے اہم خصوصیت علمِ حدیث کا درس ہے ۔ جس کے لئے ملک اور بیرون ملک سے طلبا جوق در جوق آتے ہیں اور آپکے علم سے فیض یاب ہوتے ہیں ۔ علامۃ العصر محدث کبیر استاذ محترم علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے بعد جس طرح حضرت مفتی اعظم نے اس خلاء کو پر کیا وہ آپکی علمی بصیرت اور علوشان کی دلیل ہے ۔ جرأت و شجاعت اور حق گوئی کا ورثہ آپکو اپنے اسلاف سے عطا ہوا جسکا اظہار شرعی عدالت میں آپکے اس بیان سے بخوبی ہو جاتا ہے ۔

''میرا تعلق علماء دیوبند سے ہے جنہوں نے تختۂ دار پر تو چڑھنا قبول کرلیا مگر معافی نہیں

مانگی۔ اس لئے میں بھی شرعی عدالت سے معافی مانگنے کے لئے تیار نہیں میں نے شرعی مسئلہ بیان کیا ہے اگر اس پر سزا ملتی ہے تو مجھے ہر سزا منظور ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان کی لاج رکھی اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شرعی عدالت نے باعزت طور پر بری کر دیا۔ مفتی اعظم پاکستان نے اس منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے لئے اپنی زندگی کے ۶۱ سال طویل جدو جہد فرمائی جسکا خلاصہ حضرت مفتی صاحب کی زبانی ہم نے یوں ترتیب دیا۔

۱۹۲۳ء میں ہندوستان کی ایک مشہور ریاست ٹونک میں مفتی ٹونک جناب مفتی انوار الحسن صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند سے نوازا جسکا نام ولی حسن رکھا گیا۔ والد صاحب کا تعلق علمی خاندان سے تھا اور والدہ کا تعلق خاتم الانبیاء ﷺ کے خاندان سادات سے تھا اسطرح آپکے لئے اپنے آقا خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی قرابت داری کا تعلق مزید شرف وعزت کا باعث ہوا۔ ٹونک میں آپکا خاندان مقامی نہ تھا بلکہ آپکے پردادا محمد حسن خان صاحب بشام ضلع ہزارہ صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ آپکا تعلق یوسف زئی قبیلہ سے تھا۔ آپ اپنے علاقے سے ہجرت کر کے پہلے ضلع "بجنور" آباد ہوئے۔ ایک مرتبہ ٹونک کے نواب وزیر الدولہ نجیب آباد کسی کام سے گئے تو آپکے علم ومعرفت اور تحریر میں اعلیٰ قابلیت سے متاثر ہوئے اور آپکو ٹونک آنے کی دعوت دی۔ اسطرح آپ کا یہ علمی خاندان ٹونک آکر آباد ہو گیا۔ ٹونک میں آپکے خاندان کی علمی خدمات کی بنا پر ہمیشہ مفتی ٹونک کا عہدہ آپکے خاندان کے پاس رہا۔ آپکے والد محترم نے دینی علوم ٹونک اور رامپور میں مولانا فضل حق رامپوری سے حاصل کئے۔ اور حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم مولانا سیف الرحمن صاحب (تلمیذ خاص فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ رفیق خاص شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل کر کے سندِ فضیلت حاصل کی۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب ۱۳ برس پہنچی تو شفیق ومحترم والد

صاحب کا انتقال ہو گیا اس لئے آپ اپنے والد کے علوم سے زیادہ استفادہ نہ کر سکے لیکن ابتدائی تعلیم آپ نے ٹونک میں اپنے والد ہی سے حاصل کی والد صاحب کے انتقال کے بعد والد محترم کے چچا حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحب کے ساتھ ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے مولانا اس وقت ندوۃ کے شیخ الحدیث و مہتمم تھے۔ درجہ رابعہ تک ندوہ میں پڑھا۔ بعد ازاں مولانا حیدر حسن خان صاحب ٹونک واپس تشریف لے آئے تو حضرت مفتی صاحبؒ بھی ان کے ہمراہ ٹونک واپس آ گئے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت مفتی صاحب مزید دینی تعلیم کے لئے اس وقت کے مشہور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے اور وہاں ہدایہ اولین مختصر المعانی وغیرہ کتابیں دو سال میں مکمل کیں۔ علم حدیث کے لئے اس وقت ہندوستان کے تمام طلبہ دارالعلوم دیوبند میں جانا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے کیونکہ اس وقت حدیث کی مسند پر دارالعلوم میں شیخ الاسلام محدث کبیر عالم ربانی، مجاہد ملت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ فائز تھے جن کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے تصوف کی خلعت اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے حدیث کی خلعت عطا ہوئی تھی اس لئے مفتی اعظم پاکستان بھی موقوف علیہ کی تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں مشکوۃ سے لیکر بخاری شریف تک کی تعلیم دو سال میں مکمل فرمائی اور امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کر کے سند فضیلت کے خصوصی حقدار ہوئے۔ فقہ و حدیث آپ کے خاندان کا خصوصی امتیاز تھا اس لئے آپ کو بھی دیگر علوم کے ساتھ ان دونوں علوم میں خصوصی شغف رہا۔ آپ کے علمی مرتبہ کا اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد آپ کو ٹونک میں مفتی کے عہدہ پر فائز کر کے ضلع ''چھیڑہ گوگور'' تعینات کر دیا گیا۔ تقسیم پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ پاکستان تشریف لے آئے۔ اسی زمانہ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ نے دارالعلوم قائم کیا تھا اور وہ قابل علماء کی تلاش میں تھے اس لئے آپکو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور بحیثیت مدرس و نائب مفتی آپ آٹھ سال مسلسل اسی دارالعلوم میں دینی خدمات میں مصروف

رہے۔

محدث العصر عاشق رسول ﷺ تلمیذِ خاص حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے جب کراچی میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن قائم کیا تو حضرت مفتی صاحب سے اس ادارہ میں بحیثیت رئیس دارالافتاء آنے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر حضرت مفتی صاحب مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ادارہ میں تشریف لے آئے۔ اس وقت سے اسی ادارہ میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے زمانہ ہی میں آپ کے علم کی شہرت عالم اسلام میں پھیل چکی تھی اور آپ کا درس ترمذی تو عرصہ دراز سے مشہور ہے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اپنے درس بخاری میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ مسئلہ تم لوگوں کو ترمذی میں حضرت مفتی صاحب نے بتا دیا ہوگا اس لئے دھرانے کی ضرورت نہیں۔ اور آپ کے فتاویٰ پر تو ابتدا ہی سے علماء حق کا اعتماد رہا ہے حضرت مولانا بنوریؒ کے پاس جب کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو آپ مفتی صاحب کے پاس بھیج دیتے۔ مولانا بنوریؒ کے انتقال سے قبل ہی آپ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ مولانا نے اپنی کتاب بخاری کے درس کے لئے آپ کو اپنا نائب بنایا اس لئے مولانا بنوریؒ کے انتقال کے فوراً بعد آپ جامعہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز ہو گئے اور الحمدللہ اس وقت آپ کا درس اتنا مقبول ہے کہ پورے پاکستان اور عالم اسلام کے بعض ممالک سے علم دین کے طلبہ آپ سے حدیث کا درس لینے حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جامعہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الفقہ کے طلبہ کی تربیت بھی آپ کے ذمہ ہے جس میں فضلاء جامعہ وفضلائے وفاق المدارس العربیہ پاکستان میں سے ذہین اور محنتی طلبہ کو دو سال خصوصی طور پر فقہ کی تکمیل کرائی جاتی ہے تاکہ وہ افتاء کے کام کو سنبھال سکیں۔

آپکی فقہی اور علمی شان کے پیش نظر پاکستان بھر کے علماء کرام نے آپکو پہلے کراچی اور پھر حیدرآباد اور راولپنڈی میں اپنے اپنے اجتماعات میں مفتی اعظم پاکستان کے خطاب سے نوازا اور اس وقت آپ متفقہ طور پر پاکستان میں مفتی اعظم کے منصب پر فائز ہیں اور آپ کے فتاویٰ پر اُمت بحیثیت مفتی اعظم اعتماد کرتی ہے۔ آپ علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی میں بھی کامل ہیں اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اس وقت آپکے ہزاروں شاگرد پاکستان اور بیرونِ پاکستان علم دین کی اشاعت وتبلیغ میں مصروف ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتنۂ اِنکارِ حدیث

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبیّ بعدہ وعلی آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین اما بعد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا تا کہ وہ زمین پر رہ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے، اور ان کو اپنے جسم اور روئے زمین پر نافذ کر کے حق نیابت و خلافت ادا کردے۔ اس کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کی پرورش اور تربیت کا انتظام فرمایا اور اس کی جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے اسباب و وسائل مہیا کئے۔ وہاں اس کی روح کی تربیت اور نشو ونما کے اسباب بھی پیدا کئے۔ اور روح کو کثافتوں اور آلودگیوں سے پاک کر کے اس کو جلا بخشنے کے لیے جن نفوسِ قدسیہ کا اللہ تعالیٰ نے انتخاب کیا انہیں پیغمبر، رسول اور نبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ روز اوّل سے حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جاری رہا۔

ان نفوسِ قدسیہ کا تعلق اور ربط اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اسی ربط و تعلق کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور یہ نفوسِ قدسیہ ان ارشاداتِ ربانی اور ہدایاتِ آسمانی کی روشنی میں نسلِ انسانی کی علمی و عملی تربیت فرماتے رہتے ہیں۔

دینِ مبین کے دو مأخذ قرآن و حدیث

ان پیغامات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کبھی القاء فی القلب کی صورت میں ہوتا تھا۔ اور کبھی فرشتہ کے ذریعہ یہ پیغامات انبیاء ورسل تک پہنچتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ماکان لبشر ان یکلمہ اللّٰہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولاً

فیوحی باذنہ ما یشاء. ﴿ (سورۃ الشوریٰ : پ ۲۵)

ترجمہ: کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے (رُو در رُو) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے یا فرشتہ بھیجے جو اللہ کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللہ چاہے۔

اور پھر فرشتہ جو وحی لے کر آتا ہے تو ضروری نہیں کہ آسمانی صحیفہ کی شکل میں ہو بلکہ بسا اوقات فرشتہ کی زبانی یا نفث فی الروع (دل میں پھونک دینے) کی شکل میں ہوتی ہے۔

فرشتہ کے ذریعہ جو پیغام پہنچتا ہے وہ اگر الفاظ کی شکل میں منضبط ہو کر آسمانی صحیفہ کی شکل میں آئے تو اسے ''کتاب اللہ'' اور وحی متلو سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور جو پیغام فرشتہ کی زبانی یا فرشتہ کے واسطے کے بغیر آتا ہے اسے ''وحی غیر متلو'' اور حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے ظاہر ہے اس صورت میں تمام احکام شرعیہ کا مدار یقیناً کسی کتاب یا کسی آسمانی صحیفہ پر نہیں ہو سکتا بلکہ نبی اور رسول کی معصوم ذاتِ گرامی پر ہے جو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ہر بات وحی الٰہی کے ذریعہ کہتے ہیں ارشاد خداوندی ہے:

﴿وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ﴿

(سورۃ النجم: آیت:۳-۴ پ:۲۷)

ترجمہ: وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو وحی ہوتی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جس طرح کتاب اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح نبی اور رسول کا ہر حکم بھی واجب الاطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ:

﴿ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا ﴿

(سورۃ الحشر: آیت ۷ پ:۲۸)

ترجمہ: جو تم کو رسول حکم دیں اس کو قبول کرو اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے باز آؤ۔

دینِ اسلام ایک وسیع نظام حیات ہے جو عقائد و عبادات، احکام و معاملات، آداب و اخلاق، معاشرت و معیشت، جہاد و قتال، صلح و جنگ، حکومت و سیاست وغیرہ تمام تر مسائل پر حاوی ہے۔ اور ان تمام مسائل کا احاطہ تعلیماتِ نبویؐ اور احادیثِ نبویہ ہی کئے ہوئے ہیں۔

ان میں بہت سے احکام کا قرآن کریم میں صراحۃً ذکر تک نہیں اور بعض احکام کا اجمالی ذکر پایا جاتا ہے۔ جن کی تفصیل اَحادیثِ مبارکہ سے واضح ہوتی ہے۔ بہر حال اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ دین اسلام کا تفصیلی اور عملی نقشہ احادیثِ نبویہ کے بغیر نہ تیار ہو سکتا ہے اور نہ ہی دین متین کی تکمیل وتشریح تعلیماتِ نبوی کے بغیر ممکن ہے۔

حدیث کے خلاف سازش

دین اسلام جو ابدی دین ہے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ اس دین کے دو اصلی مآخذ اور اس دین کو روشن رکھنے والی دونوں مشعلوں قرآن وحدیث کی حفاظت از حد ضروری تھی تاکہ یہ دونوں مشعلیں ہر قسم کے طوفانوں اور جھکڑوں سے محفوظ رہ کر اسلام کو روشن اور تابندہ رکھیں۔ متنِ قرآن کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ رب العالمین نے اپنے ذمہ لیا اور اعلان فرمایا:

﴿انّا نحن نزلنا الذکر وانّا لہٗ لحافظون﴾

(سورۃ الحجر: رکوع: ۱ آیت: ۹)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے اس ذکر (قرآن) کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اَب قرآن کریم کے الفاظ میں تغیر وتبدل تو ممکن نہ تھا اس لئے دشمنانِ اسلام جو کسی صورت میں اسلام کو پھلتا پھولتا ہوا دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے تھے انہوں نے اسلام کے عقائد واحکام کو بے وقعت بنانے اور سادہ لوح مسلمانوں کو ان سے برگشتہ کرنے کے لیے ایک طرف تو قرآن کے معانی بیان کرنے میں تحریف وتاویل سے کام لے کر اپنے الحاد وزندقہ کو تقویت پہنچائی اور دوسری طرف اپنی عنانِ توجہ حدیث کی طرف مبذول کی تاکہ احادیث کا وہ ذخیرہ جس سے دین کی تشکیل وتکمیل ہوئی ہے اسے ناقابل اعتبار قرار دیدیا جائے۔

وضع حدیث

اس کے لیے ایک کوشش تو یہ ہوئی کہ ملحدین نے بہت سی احادیث اپنی طرف سے گھڑ کر صحیح احادیث وروایات کے ساتھ خلط ملط کر کے مسلمانوں میں پھیلا دیں اور پھر خود ہی اس کا جا بجا اعلان کیا کہ ہم نے صحیح احادیث کے ساتھ ہزاروں کے حساب سے اپنی گھڑی ہوئی احادیث ملادی ہیں اور مقصد یہ تھا کہ اس طرح سے مسلمانوں کا اعتبار احادیث پر نہیں رہے گا اور جو والہانہ شغف احادیث کے ساتھ پایا جاتا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

وضعِ حدیث کا مقابلہ

لیکن دشمنانِ اسلام اپنی اس مذموم کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین مبین اور سنن سید المرسلین کی حفاظت اور بقاء کے لیے ایسے رجال کار پیدا فرمائے جنھوں نے حفاظتِ حدیث کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اور صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع احادیث سے ممتاز وجدا کرنے کے لیے مستقل علوم وفنون مدون کیے جن کی تعداد سو کے قریب تک پہنچتی ہے جس کی روشنی میں ایک ایک حدیث کی چھان بین کر کے تمام ذخیرۂ احادیث کو اُمت کے سامنے پیش کر دیا اور صاف طور پر منقح کر دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ موضوع۔

ان علماء نے صرف روایات ہی کی تحقیق نہیں کی بلکہ ایک ایک راوی پر جرح وتعدیل کر کے ان کی چھان پھٹک کی اور ہر ایک پر ثقہ، ضعیف، کذاب، وضاع کا حکم لگایا اور اس طرح ہر چیز کو منقح کر کے پیش کیا جس کی وجہ سے حدیث سے اُمت کا لگاؤ اور بڑھ گیا۔

فتنۂ انکارِ حدیث

جب وضع حدیث سے ملحدین کی مراد پوری نہیں ہوئی تو اُنھوں نے پینترا بدلا اور حدیث کو دین کا مأخذ ماننے سے ہی انکار کر دیا اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے کہ حدیث دین وشریعت کا مأخذ نہیں حدیث پر طرح طرح کے اعتراضات شروع کیے۔ کبھی کہا کہ یہ عجمی سازش ہے اور

حضور ﷺ کے دو سو سال بعد وجود میں آئی ہے اور کبھی ضعیف و موضوع احادیث کو بنیاد بنا کر حدیث کا مذاق اُڑایا، کبھی خبر واحد کی حجیت سے انکار کیا، کبھی کسی خاص موضوع سے متعلق احادیث کو نا قابل تسلیم گردانا اور اس تمام کوشش کا مقصد وحید یہ تھا کہ وہ دین جس کی تکمیل احادیث سے ہوئی جس کے بہت سے احکام احادیث سے ثابت ہیں، اور بہت سے احکام کی جزئیات اور تفصیل احادیث متعین کرتی ہیں۔ اس کی بنیاد ہی کو متزلزل کر دیا جائے تا کہ مذہب اسلام کی عظیم الشان عمارت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکے۔

فتنۂ انکارِ حدیث کی ابتداء

سب سے پہلے احادیث کا جنہوں نے انکار کیا وہ خوارج تھے۔ یہ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت کے آخر میں ظاہر ہوئے انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خلافت اور آپ کے طرز حکومت پر نکتہ چینی کی، آپ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ مل گئے مگر تحکیم (ثالثی) کے واقعہ کے بعد حضرت علیؓ سے یہ کہہ کر بغاوت کردی کہ قرآن کے ہوتے ہوئے تحکیم کو قبول کرنے کی وجہ سے سب کافر ہو گئے۔ اس بنا پر ان کے نزدیک تمام صحابہ کرامؓ اور راویان حدیث کافر ہو گئے اب صرف قرآن ہی کو حجت مانا جا سکتا ہے۔

ان کے بعد احادیث کا انکار کرنے والے روافض تھے جو صحابہ کرام کے دشمن تھے ان کے نزدیک بھی اہلِ بیت اطہار کے علاوہ تمام صحابہ کرامؓ کافر ہو گئے تھے (العیاذ باللہ) پھر معتزلہ نے (جن پر عقل کا بھوت سوار تھا) احادیث کا انکار کیا اس طرح یہ فتنۂ انکار حدیث ملحدین وزائغین کے ہاتھوں پروان چڑھتا رہا۔

تمام فتنوں کا مرجع وماٰخذ

انکارِ حدیث ایک ایسا فتنہ ہے جو ہر فتنہ کی بنیاد اور ہر فتنہ کا مرکز ومحور ہے اور غور کیا جائے تو تمام فتنوں میں انکارِ حدیث قدر مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے اور تمام فتنہ پردازوں نے

الحاد و زندقہ کو عام کرنے میں انکار حدیث ہی کا سہارا لیا ہے کیونکہ احادیثِ رسول ﷺ ہی وہ مضبوط بند ہے جس کے ذریعہ الحاد و زندقہ اور دین میں تصرفات و تحریفات کے سیلاب کو روکا جا سکتا ہے۔ اور خود ساختہ دور از کار تاویلات و تلبیسات کے دروازے بند کیے جا سکتے ہیں۔ اس لیے تمام ملحدین نے احادیث کو اپنی راہ کا سنگ گراں سمجھتے ہوئے اسے ہٹانے کی کوشش کی اور ان کو ماننے سے ہی انکار کر دیا تاکہ نہ یہ مضبوط بند باقی رہے اور نہ ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہو اور وہ اپنی من مانی کر سکیں اور قرآن کریم میں تحریف و تلبیس کا خوب کھل کر مظاہرہ کر سکیں۔

ذرا ان فرقوں اور گروہوں پر اجمالی نظر ڈالئے جو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں اور بھیڑ کی شکل میں بھیڑیے کا کردار ادا کرتے ہیں تاکہ ان کی حدیث دشمنی اور انکارِ حدیث معلوم ہو سکے۔

خوارج اور انکارِ حدیث

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انکارِ حدیث کے فتنہ کی بنیاد سب سے پہلے خوارج نے رکھی کیونکہ ان کے عقائد کی بنیاد ہی اس پر تھی کہ جو بات قرآن سے ملے گی اسے اختیار کریں گے۔ چنانچہ ان کے یہاں بڑی حد تک احادیث کا انکار پایا جاتا ہے اور اسی انکارِ حدیث کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے رجم کے شرعی حد ہونے سے انکار ہی اس بنا پر کیا کہ قرآنِ کریم میں اس کا ذکر نہیں ہے اور احادیث کو وہ نہیں مانتے اور بعض لوگوں نے خوارج کی تکفیر ہی اس رجم کے انکار کی وجہ سے کی ہے، چنانچہ محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:

”کتکفیر الخوارج بابطال الرجم للزانی و الزانیة المحصنین فانه' مجمع علیه صار معلوماً من الدین با لضرورة“ (اکفار الملحدین: ص۵۸)

ترجمہ: رجم چونکہ متفق علیہ ہے لہٰذا ضروریات دین میں داخل ہے اسی لیے شادی شدہ مرد و عورت زانی کی سزا رجم سے انکار کی وجہ سے خوارج کی تکفیر کی جاتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں بھی یہ خوارج موجود تھے، انہوں نے جب رجم کا انکار کیا تو ان کے سرکردہ لوگوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بلا کر پوچھا کہ تم رجم کا انکار کیوں کرتے ہو اس سلسلہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ اور خوارج کے درمیان جو مکالمہ ہوا اسے فقہ حنبلی کے مشہور فقیہ علامہ ابن قدامہ نے اپنی کتاب المغنی میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یہ مکالمہ بڑا دلچسپ ہے جو درج ذیل ہے۔

جب خوارج کے نمائندے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یوں گویا ہوئے۔

خوارج : قرآن کریم میں صرف جلد (کوڑے لگانے) کا حکم ہے رجم کا ذکر نہیں پھر رجم کو شرعی سزا کیوں قرار دیا گیا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ : کیا تم صرف قرآن پر عمل کرتے ہو۔

خوارج : جی ہاں۔

عمر بن عبدالعزیزؒ : قرآن کریم میں فرض نمازوں کی تعداد، ارکان کی تعداد، اوقات نماز کی تفصیل کہاں ہے اور یہ کہ فلاں نماز میں اتنی رکعتیں ہیں اور فلاں میں اتنی قرآن کریم میں کہاں ہے، زکوٰۃ کس مال پر واجب ہوتی ہے کس پر نہیں، زکوٰۃ کی مقدار کتنی ہے، زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے یہ سب تفصیل قرآن میں کہاں ہے۔

خوارج : ہمیں کچھ مہلت دیجئے۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مہلت دے دی مشورہ کر کے پھر حاضر ہوئے۔

خوارج : قرآن کریم میں تو کچھ نہیں۔

عمر بن عبدالعزیزؒ : پھر تم ان باتوں کے کیونکر قائل ہوئے۔

خوارج: رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور مسلمانوں نے اس پر عمل کیا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ: جب تم ان باتوں کو اس لیے مانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ان پر عمل کیا تو رجم پر بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے عمل کیا ہے۔

رفض اور انکارِ حدیث

رفض اور شیعیت میں اگر چہ بہت سے حقائق کا انکار ہے مگر سب سے بڑی وہ حقیقت جس کا انکار ان کے یہاں پایا جاتا ہے وہ احادیثِ نبویہ اور خصوصاً وہ احادیث ہیں جو مناقب صحابہؓ میں وارد ہوئی ہیں یہ حضرات ان کو نہیں مانتے چاہے وہ احادیث بخاری کی ہوں یا صحیح مسلم کی یا کسی اور حدیث کی کتاب کی ہوں۔

اگر تھوڑی دیر کے لیے ان شیعوں کا فلسفہ مان لیا جائے تو غور کیجیے اسکا مطلب یہ ہوگا کہ وہ نبی جو تمام انبیاء کا سردار ہے، نبی آخر الزمان ہے، خاتم النبیین ہے اور قیامت تک آنے والوں کے لیے ہادی ہے جس کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی اور حضرت عیسیٰؑ نے جن کی بشارت دی وہ نبی جب اس دنیا سے گیا ہے تو اس قدر ناکام گیا ہے کہ اس کے تربیت یافتہ لوگ (العیاذ باللہ) سب کے سب مرتد ہو گئے صرف چار پانچ اشخاص ہی مسلمان رہے، نہ قرآن انکے یہاں محفوظ رہا نہ دین اسلام۔

ناصبیت اور انکارِ حدیث

جس طرح روافض انکارِ حدیث کرتے ہیں خصوصاً ان احادیث کا جو مناقب صحابہؓ کے متعلق ہیں، اسی طرح یہ نواصب بھی حدیث کا انکار کرتے ہیں، اس فتنہ کی گہرائی میں بھی انکار حدیث پایا جاتا ہے، یہ حضرات خصوصیت کے ساتھ ان احادیث کا انکار کرتے ہیں جو اہل بیت حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ حضرات حسنینؓ کے مناقب میں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح

حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق اور واقعہ افک کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کا بھی یہ حضرات انکار کرتے ہیں۔ ایک صاحب حکیم نیاز صاحب ہیں، میں ان کی کتاب ''تحقیق عمر عائشہؓ '' (جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور چھ سو صفحات پر مشتمل ہے) دیکھ رہا تھا جہاں انہوں نے حضرت عائشہؓ کی عمر پر بحث کی ہے، وہاں اس میں بخاری، بخاری کے رُوات، امام حدیث زہری پر اعتراض اور سخت تنقیدیں کی ہیں اور حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق حدیث کا انکار کیا ہے۔ یہ بھی رفض کی طرح ایک بہت بڑا فتنہ ہے، کچھ عرصہ کے لیے یہ فتنہ دب گیا تھا، آج کل پھر ایک طبقہ اس فتنہ کو زندہ کرنے کی کوششوں میں مصروفِ کار ہے۔ ''جس طرح روافض کا مقصد ہے کہ مسلمانوں کا اعتماد صحابہ کرامؓ سے اُٹھ جائے اسی طرح نواصب بھی اس کوشش میں ہیں کہ اہلبیت پر مسلمانوں کا اعتماد اور ان سے محبت ختم ہو جائے''۔

ناصبیّت کا فلسفہ بھی کس قدر عجیب اور لغو ہے کہ وہ شخص جو پورے عالم اور پوری انسانیت کیلئے مینارۂ نور اور مشعلِ ہدایت بن کر آیا تھا وہ جب اس دنیا سے گیا تو اس کی بے چارگی کا یہ عالم ہے کہ اس کے گھر والے، اس کی بیٹی، اس کا داماد، اس کے نواسے کوئی بھی تربیت یافتہ نہ تھا اور انہوں نے اپنی اونچ نیچ اور اپنے ذاتی مفادات اور حکومت وسلطنت کے لیے لڑائیاں لڑیں، مسلمانوں کا خون بہایا، ان کے فلسفہ سے ایک عجیب سی تصویر اُبھر کر سامنے آتی ہے جو سراسر غلط ہے، عقل جس کا بداہتہ انکار کرتی ہے، ہوسکتا ہے کوئی گمراہ ان کی تائید کرے مگر قرآن وحدیث سے ان کی ذرہ برابر بھی تائید نہیں ہوتی۔

فرقۂ معتزلہ اور انکارِ حدیث

معتزلہ مسلمانوں کا وہ فرقہ ہے جو یونانی منطق اور اس کے فلسفیانہ افکار وخیالات سے مرعوب تھا اور انہی باطل افکار وخیالات نے ان کو دین سے منحرف کر دیا تھا۔ انہوں نے قرآن کریم کو یونانی فلسفہ سے ہم آہنگ کرنے کے لیے قرآن میں جابجا تاویلیں کر کے قرآنی

تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف خبر واحد کو صاف طور پر حجت ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے علاوہ جو احادیث ان کے غلط نظریات اور باطل افکار اور یونانی عقلیت سے متفق نہیں ہو سکتی تھیں ان کا صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ امام ابن حزم اندلسی معتزلہ کے خبر واحد کو حجت ماننے سے انکار کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تمام معتزلہ اور خوارج کا مسلک ہے کہ خبر واحد موجب علم نہیں ان کا کہنا ہے کہ جس خبر میں جھوٹ یا غلطی کا امکان ہو اس سے اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی بھی حکم ثابت کرنا جائز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی نسبت خدا کی طرف کی جاسکتی ہے اور نہ خدا کے رسول کی طرف''۔ (احکام الاحکام لابن حزم: ج:۱ ص:۱۱۹)

اور حافظ ابن قیم معتزلہ کا انکار حدیث بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''معتزلہ نے گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کے ثبوت میں جتنی واضح اور محکم نصوص اور صحیح احادیث میں موجود ہیں ان سب کا فما تنفعهم شفاعة الشافعين جیسی متشابہ اور محتاج تاویل آیات کی بنا پر انکار کر دیا۔

فرقہ قدریہ و جبریہ اور انکارِ حدیث

فرقہ قدریہ جو قضا و قدر ہی کا منکر تھا جس کے نزدیک بندہ مختار مطلق ہے، اور جبریہ جس نے بندہ کو مجبور محض بنا کر چھوڑ دیا تھا یہ حضرات بھی ان تمام احادیث کا انکار کرتے ہیں یا ان میں تاویلیں کر کے انکی حیثیت ختم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں جن میں قضاء و قدر اور ان کی تفصیلات کا ذکر ہے۔

مرجئہ اور انکارِ حدیث

مرجئہ کے نزدیک تو صرف کلمہ پڑھ لینا اور ایمان لے آنا ہی کافی ہے اس کے بعد کسی عمل کی ضرورت نہیں تو ان حضرات کے نزدیک وہ احادیث جو احکام اور ان کی تفصیلات متعین کرتی ہیں ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں، کوئی ان کو مان کر ان پر عمل کرے یا نہ کرے اور صاف

انکار کردے ان کے نزدیک سب برابر ہے۔

فتنہ استشراق اور انکارِ حدیث

صلیبی جنگوں میں جب عیسائیوں کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے ان صلیبی جنگوں میں اپنی تمام تر قوتیں صرف کردیں اور مسلمانوں کو ناکام ونامراد بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی مگر اس کے باوجود ان کو کوئی خاطر خواہ فائدہ اور قابل ذکر کامیابی حاصل نہ ہوئی تو انہوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور انہوں نے ایسے رجال کار پیدا کئے جنہوں نے دین کے معتمدات اور شریعت کے احکام کا مطالعہ کیا جس سے یہ بات ان پر واضح ہوگئی کہ ان احکام اور ان عقائد کو ختم کرنا یا ان میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مسلمانوں کے پاس احادیث کا ذخیرہ محفوظ ہے تو انہوں نے شریعت کے اس ماخذ کو کمزور بنانے کے لیے اپنی تمامتر کوششیں اس پر صرف کردیں اور اپنے دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے علمی تحقیقات (سائنٹیفک ریسرچ) کے نام سے حدیث وسنت کے خلاف منظم سازش شروع کی۔ کبھی احادیث کو عجمی سازش کہا، کبھی حاملین احادیث صحابہ کرامؓ، ائمہ تابعین، اور ائمہ احادیث کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا کبھی اپنی ناقص عقل کو معیار بنا کر احادیث پر عقلی شبہات اور وساوس کا طوفان باندھا اور اس طرح اسلام کے بنیادی عقائد، جنت وجہنم، جزا وسزا، ملائکہ، جنات، عذاب قبر، وغیرہ اور اسلامی احکام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ میں نئے نئے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی۔ اور عجیب بات ہے کہ موجودہ دور کے منکرین حدیث نے بھی اپنا ماخذ ومرجع انہی دشمنانِ اسلام مستشرقین کو بنایا ہے اور یہ حضرات انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور جو اعتراضات وشبہات ان مستشرقین نے اسلام کے بارے میں پیش کئے ہیں وہی اعتراضات وشبہات یہ منکرین حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کی تمام خرافات ولغویات کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ

ان کی تحقیقات کا تمام تر ماٗخذ مستشرقین کی یہی سائنٹیفک ریسرچ ہے جو سراسر دجل و فریب اور مکاری پر مشتمل ہے۔

نیچریت اور انکارِ حدیث

موجودہ دور میں جو نئے فتنے اسلام میں پیدا ہوئے ہیں ان میں سب سے گمراہ کن اور خطرناک فتنہ نیچریت ہے۔ فرقہ نیچریت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے علوم جدید حاصل کرکے احکام شریعت کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے اپنی جزوی عقل کو معیار بنایا اور مغربی تہذیب و تمدن کو حق و باطل کا معیار ٹھہرایا۔ جنہوں نے اپنا اُصول ہی یہ بنایا تھا کہ جو چیز ان کی عقل سے باہر اور یورپ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو وہ غلط اور ناقابل قبول ہے خواہ قرآن وحدیث اس کی تائید کرتے ہوں۔ چنانچہ ان حضرات نے انبیاء کرام کے تمام معجزات ملائکہ، جنات، جنت و دوزخ وغیرہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مسلّمات کا انکار کیا ہے اس فرقہ کے بانی مبانی سرسید تھے۔ سرسید کے یہاں بھی ان باتوں کا انکار اور معجزات کا انکار پایا جاتا ہے۔

سرسید نے قرآن مجید کی جو تفسیر (اردو میں) لکھی ہے اس میں تمام معجزات کا انکار ہے۔ جہاں بھی انبیاء کرام کے معجزات کا ذکر آتا ہے وہاں سرسید صاحب ان کی ایسی مادی تعبیر کرتے ہیں کہ ان کا اعجاز ہی ختم کر دیتے ہیں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں مذکور ہے کہ ﴿ کالطود العظیم الخ ﴾ پانی پہاڑ کی طرح بن گیا اور بیچ میں راستے بن گئے جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم گزر گئی اور اسی راستہ پر جب فرعون گزرنے لگا تو وہ غرق آب ہوگیا۔ سرسید صاحب اس معجزہ کی اہمیت اور اس کا اعجاز ختم کرنے کے لیے اس کی تعبیر یوں کرتے ہیں کہ یہ جوار بھاٹا تھا کہ کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ سمندر میں جوار بھاٹا اُٹھتا ہے کہ کبھی پانی زیادہ ہوجاتا ہے اور کبھی کم گویا ان کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا

دریا سے گذر جانا اور فرعون کا دریا میں غرق ہو جانا یہ کوئی معجزہ نہ تھا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گزرنے کے وقت دریا کے اُتار چڑھاؤ کے مادی اسباب کے مطابق پانی کم ہو گیا اور فرعون کے گزرنے کے وقت پانی چڑھ گیا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں ﴿انی جئت بآیة من ربکم﴾ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لایا ہوں وہ نشانیاں تھیں ﴿ابری الاکمہ و الابرص﴾ (ترجمہ: میں ٹھیک کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور ابرص کو) مگر سرسید کہتے ہیں کہ یہ کوئی معجزہ نہیں بلکہ اس زمانہ میں طب اور ڈاکٹری عروج پر تھی یہ اُسی کا کرشمہ تھا۔

اسی طرح سرسید صاحب نے سیرت پر ''خطبات احمدیہ'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس وقت کے یوپی کے ایک انگریز گورنر ''سرولیم میور'' نے دی لائف آف محمد'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اپنی گندی اور متعصبانہ ذہنیت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خوب زہر اُگلا۔ اس وقت مسلمانوں میں غیرت و حمیت دینی موجود تھی چنانچہ سرسید صاحب نے اسی حمیت دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے جواب میں ''خطبات احمدیہ'' لکھی۔ اور جواب لکھتے لکھتے خود بھٹک گئے۔ اور ہر وہ حدیث جو ان کی سمجھ سے بالاتر تھی یا وہ حدیث جن پر انگریزی مؤلف نے اعتراضات کئے ان کا جواب دینے کے بجائے صاف طور پر ان احادیث کا ہی انکار کر دیا مثلاً شق صدر کے متعلق سرسید صاحب لکھتے ہیں:

> ''﴿الم نشرح لک صدرک﴾ یہ آیت شق صدر کے متعلق ہے۔ اس میں سینہ کے چیر پھاڑ کا کوئی ذکر نہیں اور اس کے اصلی اور اصطلاحی معنیٰ جیسے کہ اکثر مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہے اس کشادگی کے ہیں جو دل اور سینہ میں عقلی اور روحانی وسعت سے عرفان الٰہی اور وحی کے منبع ہونے کیلئے لکھی گئی تھی۔''

(خطبات احمدیہ: ٦٦٠)

اور جو روایات شق صدر کے متعلق وارد ہوئی ہیں انکو ہشامی ، واقدی ، دارمی اور شرح السنہ کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ رواتیں جو ہشامی ، واقدی میں بیان ہوئی ہیں یا وہ رواتیں جو شرح السنہ اور دارمی میں مذکور ہیں صحت سے بہت دور ہیں اور محققین علماء اسلام ان کو محض ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں اور بے ہودہ افسانے جو محض جہلاء کے خوش کرنے کے قابل ہیں خیال کرتے ہیں پس عیسائی مورخوں نے اس بات میں بڑی غلطی کی ہے کہ ان نامعتبر رواتیوں کی بنیاد پر اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔''

(خطبات احمدیہ : ٦٦٠)

معراج کے بارے میں سرسید صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آپ کو خواب کی حالت میں یہ سب کچھ دکھایا گیا اس سے زیادہ اس کی اور کوئی حقیقت نہیں۔ چنانچہ معراج کے متعلق اور معراج کے ان واقعات کے متعلق (جو حضور ﷺ کو پیش آئے) وارد شدہ تمام احادیث ناقابل اعتبار اور بے بنیاد قصے ہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی معراج کا انکار کرتے ہوئے معراج سے متعلق احادیث کا انکار بھی کردے تو سرسید صاحب کے نزدیک اس کے ایمان میں بالکل خلل نہیں آئے گا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''شق صدر اور معراج اگر مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں تو بہت سیدھا سادھا تعلق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک میں یا اس واقعہ کے خواب ہونے سے انکار کردے اور یہ کہے کہ اس قسم کی کوئی چیز ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی اور یہ تمام رواتیں جو اس واقعہ کے حقیقی یا مثالی وقوع کو بیان کرتی ہیں بلا استثنا بالکل غلط اور سراسر بے اصل موضوع اور جعلی ہیں تو بھی اس کے ایمان میں ذرہ برابر بھی خلل واقع نہ ہوگا بلکہ وہ پورا اور پکا اور سچا مسلمان رہے گا۔'' (خطبات احمدیہ : ص۷۱۳)

یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ معراج نہ جسمانی ہوئی ہے اور نہ منامی اور نہ عالم مثال میں اور اس سلسلہ میں جو رواتیں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب لغو، جعلی اور موضوع ہیں ایسا عقیدہ رکھنے

میں کوئی قباحت نہیں بلکہ یہ تو عین ایمان ہے اور ایمان بھی ایسا جو تحقیق و تفتیش کے بعد حاصل ہوا ہو۔ اسی کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اگر کوئی مسلمان مذکورہ بالا عقیدہ پر ایمان رکھ کر ان سب روایتوں کو جو معراج کے قصے میں آئی ہیں نہ مانے اور سب کو موضوع اور نہایت قابل الزام خیال کر کے چھوڑ دے تو اس کے دین و ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور وہ اس شخص کے ہم پایہ ہوگا جو کسی چیز پر بلا تحقیق و تفتیش کے ایمان نہیں لاتا۔''

(خطبات احمدیہ : ص۷۱۲)

اصل بات یہ ہے کہ سرسید کے نزدیک انبیاء علیھم السلاۃ عام انسانوں کی طرح تھے۔ ان سے مافوق الفطرت اور خرق عادت کوئی کام سرزد نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے معجزات کا انکار کیا اور ان کے نزدیک یہ تمام معجزات سراسر لغو، بیہودہ افسانے اور بے بنیاد قصے ہیں جو محض جہلاء کو خوش کرنے کے لئے گھڑ لئے گئے ہیں، اور علماء نے اپنی نادانی کی وجہ سے ان کا انکار کرنے کے بجائے اپنی کتابوں میں جگہ دیدی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سرسید صاحب یورپین مستشرقین کے پروپیگنڈے سے صرف متاثر ہی نہیں بلکہ ان سے مرعوب بھی تھے، یہی وجہ تھی کہ اسلام کے جن عقائد پر بھی ان کی طرف سے اعتراضات ہوتے تو سرسید صاحب کی کوشش ہوتی کہ ان کا جواب دینے کے بجائے ان عقائد ہی کو اسلامی عقائد کی فہرست سے نکال دیا جائے حالانکہ جن باتوں کا انکار سرسید صاحب نے محض عقلیت کی بنا پر کیا تھا آج سائنسدانوں نے ان کو ثابت کر دیا اور عملی طور پر پیش کر کے دکھا دیا ہے۔ مستشرقین اور ان کے خوشہ چیں سرسید کے لیے یہ بات بڑی حیران کن تھی کہ ایک زندہ انسان کا سینہ چاک کر کے اس کا دل نکال کر جسم سے علیحدہ کر دیا جائے اور اس کے باوجود وہ زندہ رہے۔ مگر آج سائنس نے صرف یہی نہیں کہ سینہ چاک کر کے دل علیحدہ کر دیا بلکہ اس دل کے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں پھر بھی انسان زندہ رہتا ہے۔

ان عقل کے پیچ وخم میں الجھنے والوں کے لیے یہ بات ناقابل تسلیم تھی کہ آپ ﷺ ایک

ہی رات میں بیت اللہ سے بیت المقدس اور پھر ساتوں آسمانوں سے ہوکر واپس آ گئے۔ جب کہ آج ایسی تیز رفتار سواریاں اور دوسری چیزیں ایجاد ہوگئیں جو چند لمحوں میں کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہیں اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ انسان کی محنت اور کوشش جاری ہے، لہذا جب ایک انسان یہ کر سکتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ وہ اپنے ایک محبوب اور پیارے بندے کو راتوں رات بیت اللہ سے بیت المقدس اور ساتوں آسمانوں پر بلا لے، اور پھر اسی رات واپس اپنی جگہ پہنچا دے، آج کل یورپ کا فلسفہ تبدیل ہو رہا ہے اور کل تک جن باتوں کا انکار کیا جاتا تھا آج سائنس نے ان کو ثابت کر دیا ہے۔ بلکہ آج یورپ ان عقائد اور حقائق کا سب سے بڑا مدعی ہے۔ کل تک جو یورپ ڈاروِن کے نظریہ ارتقاء سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو بندر کہلوانا پسند کرتا تھا آج وہی اس نظریہ کی تردید میں پیش پیش ہے، اور اسی طرح یورپ کے فلسفہ سے متاثر ہو کر اسلامی عقائد پر اعتراض کرنے والوں کے لیے خود یورپ نے ہی مشکلات کر دی ہیں۔

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

قادیانیت اور انکار حدیث

قادیانی اور مرزائی فرقہ جو مرزا غلام احمد کا پیروکار ہے اور انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے جس کو انگریز نے اپنے مذموم مقاصد (مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے اور ان میں جذبۂ جہاد ختم کرنے اور ان کو اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ کرنے) کے لیے نبی بنایا تھا ان میں حدیث کا انکار پایا جاتا ہے۔ انہوں نے بھی ان تمام احادیث کا جو حضور ﷺ کی ختم نبوت کے متعلق وارد ہوئی ہیں انکار کیا ہے۔

فتنہ مودودیت اور انکار حدیث

آج کل جدید فتنوں میں ایک فتنہ مودودیت بھی ہے۔ اس میں بھی انکار حدیث کا عنصر شامل ہے۔ مودودی صاحب اور ان کے پیروکار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب کا انکار کر کے

آپ پر اعتراض کرتے ہیں جب کہ وہ مناقب احادیث سے ثابت ہیں اور آپ کی خلافت پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ خلیفہ راشد ہیں، اور خلافت راشدہ وہ ہوتی ہے جو علی منہاج النبوۃ (نبوت کے طرز پر) .... جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پیغمبر ﷺ کچھ دن اور زندہ رہتے تو وہی کام کرتے جو خلفائے راشدین ؓ نے کئے۔ تو خلفائے راشدینؓ کے کام بعینہٖ حضور ﷺ کے کام ہیں اور خلافت راشدہ پر اعتراض نبوت محمدی ﷺ پر اعتراض سمجھا جائے گا۔ جس طرح حضرت علی ؓ کی خلافت پر اعتراض کرنا ان کی خلافت کو عبوری کہنا اور یہ کہنا کہ ایک وقت میں دو خلیفہ ہو سکتے ہیں، قابل ملامت ہے، بالکل اسی طرح حضرت عثمانؓ اور انکی خلافت پر اعتراض کرنا بھی قابل ملامت ہے۔

اسی طرح مودودی صاحب اور ان کے متبعین بعض صحابہ کرام ؓ قابل تنقید سمجھتے ہیں اور یہ راگ الاپتے ہیں کہ تنقید اور چیز ہے اور تنقیص اور چیز ہے، حالانکہ ہر تنقید میں تنقیص ہوتی ہے۔

پھر صحابہ کرام ؓ کے بارے میں ہمیں کچھ کہنے کا کیا حق ہے صحابہ کرام ؓ حملة الدین (دین کے حامل) ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک ادا کو، دین کے ایک ایک جز کو، قرآن کے نزول کی بہ بہ کیفیت کو محفوظ کر کے دوسروں تک پہنچایا اگر صحابہ کرام ؓ نہ ہوتے تو نہ قرآن محفوظ ہوتا، اور نہ حدیث محفوظ ہوتی، نہ دین محفوظ ہوتا، نہ شریعت محفوظ ہوتی، صحابہ کرام ؓ کا اُمت پر کس قدر احسان عظیم ہے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا بلکہ صحابہ کرام ؓ حضور اکرم ﷺ کی اس سیرت کا مقدمہ ہیں جو آپ کی نبوت کا معجزہ ہے اور اس کا ایک حصہ ہیں، آپؐ کی سیرت طیبہ صحابہ کرام کے تذکرہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ آپؐ کی سیرت میں جو آراستگی، جو حسن و جمال اور علم و عمل کا جو کمال پایا جاتا ہے۔ اس کا مکمل ظہور صحابہ کرام ؓ کی وجہ سے ہے کہ کس طور پر آپ نے صحابہ کرام ؓ کی تربیت کی کس طور پر ان کی اصلاح کی اور کس طرح آپ نے نورِ ہدایت سے ان کے دل و دماغ کو منور کیا۔

غرضیکہ یہ تمام باتیں، صحابہ کرام کے مناقب کا انکار، اہل بیت کے مناقب کا انکار، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب کا انکار، محدثین، ائمہ مجتہدین، فقہاء امت اور علماء کا انکار۔ ان سب کی تہ میں انکار حدیث ہے۔ اور یہ فتنۂ انکار حدیث تمام فتنوں کا جامع اور ان کا ماخذ و مرکز ہے۔

فتنوں کا سدِ باب

چونکہ دین اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب و دین ہے جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت اور مینارۂ نور ہے۔ اور خاتم النبیین حضور ﷺ پر سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے گا۔ اس دین کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے علماء کے سپرد کی ہے اور ان علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ملحدین اور زائغین کے گروہ پیدا ہوتے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کا مقابلہ کرنے اور ان کو دندان شکن جواب دینے کے لیے ہر دور میں علماء کرام کی جماعتوں کو تیار فرمایا جنہوں نے ہر فتنہ کا بھرپور مقابلہ کیا اور ان کے تمام اعتراضات کا مسکت جواب دیا اور ان کے شکوک و شبہات کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ کیونکہ خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے اعلان ہو چکا تھا:

"یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین"۔

(مشکوٰۃ: کتاب العلم)

ترجمہ: اس علم دین کی امانت کو نسل در نسل اُمت کے برگزیدہ اہلِ علم اُٹھاتے رہیں گے جو حد سے تجاوز کرنے والوں کی تحریفوں اور اہل باطل کی دینی چوریوں اور جاہلوں کی تاویلوں کا پردہ چاک کریں گے۔

چنانچہ علماء کرام نے جہاں دوسرے فتنوں کا مقابلہ کیا وہاں اس انکار حدیث کے فتنے کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور باقاعدہ طور پر اس فتنہ کا سب سے پہلے حضرت امام شافعیؒ نے مقابلہ

کیا جنہوں نے ''الرسالہ'' نامی کتاب لکھی اور اس میں حجیت حدیث پر بحث کی اور منکرین اور ان کے اعتراضات پر سیر حاصل بحث کی، اور اسی طرح اپنی مشہور ومعروف کتاب ''الام'' میں بھی اس موضوع پر گفتگو کی، اس کے بعد ہر دور کے علماء کرام نے مستقل اس پر کام کیا اور کتابیں لکھیں اور یہ سلسلہ آج تک چلا آرہا ہے۔

حفاظتِ حدیث اور اُمت کی خدمات

اس کے ساتھ ساتھ پوری اُمت حدیث کی حفاظت اور اس کے پڑھنے اور پڑھانے میں لگ گئی کیونکہ اُمت جانتی تھی کہ دین کی تکمیل و تشکیل قرآن وحدیث دونوں سے ہوئی ہے تو قرآن کی طرح حدیث کی حفاظت بھی لازمی اور ضروری ہے چنانچہ صحابۂ کرام ؓ جو احادیث کی زندہ اور چلتی پھرتی کتابیں تھیں اور جنہوں نے حضور ﷺ کے ایک ایک قول کو سنا اور آپ کی ایک ایک ادا کو دیکھا تھا اور صرف سنا اور دیکھا ہی نہیں بلکہ انہیں اپنے سینوں میں جوں کا توں محفوظ رکھا۔ یہ صحابۂ کرام ؓ ہر جگہ پھیل گئے اور جگہ جگہ حلقہہائے درس قرآن وحدیث قائم کیے اور اس طرح پوری اُمت کو قرآنِ کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ کی احادیث کی تعلیم بھی دی۔

جب اسلام مختلف اطراف و بلاد اور دور دراز علاقوں تک پہنچ گیا تو صحابۂ کرام ؓ بھی قرآن وحدیث کی تعلیم ان تک پہچانے کے لیے اُن اطراف و بلاد میں پھیل گئے تاکہ ان کو قرآن وحدیث کی تعلیم دین تو صحابۂ کرام ؓ کے اس طرح مختلف بلاد میں منتشر ہو جانے کی وجہ سے تابعینؒ نے ضرورت محسوس کی کہ ان احادیث کو یکجا جمع کر دیا جائے چنانچہ اس کے لیے انہوں نے سفر کیے اور جہاں سے بھی ان کو حدیث مل سکی انہوں نے جمع کی۔

تدوین حدیث کا پہلا دور

علاوہ ازیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حدیث کے جمع و تدوین کا مہتم بالشان کام شروع کیا، اور اس عظیم کام کو آپ نے تین اشخاص حضرت ابوبکر بن حزمؒ، حضرت قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر، اور امام الحدیث محمدؒ بن مسلم بن شہاب زہری کے سپرد کیا، اور ان حضرات نے باقاعدہ حدیث کو جمع اور مدون کیا اس سلسلہ میں امام زہریؒ نے سب سے زیادہ قابل قدر

خدمات انجام دیں اور ان کی کوششوں سے حدیث کا ایک ایسا مکتوب ذخیرہ تیار ہوا جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے کئی اونٹ درکار ہوتے تھے جن پر ان کو لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام زہریؒ کو حدیث کا پہلا مدون شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تو حدیث میں تالیفات کا مستقل سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور بڑے بڑے جلیل القدر محدثین کرام تدوین حدیث کے کام میں لگ گئے چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جریج، مدینہ طیبہ میں مالک بن انسؒ، بصرہ میں ربیع بن صبیح، کوفہ میں سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ، خراسان میں عبداللہ بن مبارکؒ نے تدوین حدیث کے میدان میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ یہ تدوین حدیث کا پہلا دور تھا۔

تدوین حدیث کا دُوسرا دور

تدوین حدیث کے پہلے دور میں احادیث کے مجموعے تو تیار ہو گئے تھے مگر ان میں صحیح، مسند، منقطع، مرسل وغیرہ میں فرق کا التزام نہیں کیا گیا تھا۔ تیسری صدی کے آغاز میں محدثین نے ضرورت محسوس کی کہ احادیث مرفوعہ کو احادیث مرسلہ سے بالکل جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس دور کی تصنیفات و تالیفات میں مرفوع احادیث کو دوسری تمام احادیث سے جدا کر دیا گیا اور اس کے لیے مختلف تصنیفات مسند کے نام سے سامنے آئیں۔ یہ تدوین حدیث کا دوسرا دور تھا۔

تدوین حدیث کا تیسرا دور

مگر ان تصنیفات میں مرفوع احادیث میں صحیح، حسن، ضعیف سب یکجا تھیں، اس ضرورت کے پیش نظر کہ مرفوعات میں صحیح احادیث کو جدا کر دیا جائے، محدثین نے اپنی توجہ اس جانب مبذول کی اور اس سلسلہ میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، اور دیگر ائمہ حدیث نے صحیح کے نام سے کتابیں لکھیں یہ تدوین حدیث کا تیسرا دور کہلاتا ہے۔ اور جیسے جیسے فتنۂ انکار حدیث زور

پکڑتا گیا، علماء نے اسی شدت سے ان کا مقابلہ کیا اور ان کے اعتراضات کے بھرپور اور دندان شکن جواب دیئے۔ اور اس فتنہ کے مقابلہ میں مستقل "کتاب السُّنہ" کے نام سے کتابیں لکھیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ نے، امام دارقطنیؒ نے، امام بیہقی اور دوسرے ائمہ حدیث نے "کتاب السنہ" لکھی۔ اور علماء کرام نے احادیث کی اہمیت، اس کی ضرورت وفضیلت اور اس کی حفاظت پر کتابیں لکھیں۔

بہر حال جب فتنہ انکار حدیث اُٹھا تو پوری اُمت حدیث کی حفاظت میں لگ گئی، اور حدیث کی اس طور پر حفاظت کی جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔

حفاظت حدیث کے سلسلہ میں امت کی خدمات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حفاظت حدیث کے لیے مختلف علوم ایجاد کئے، حدیث کے متن سے متعلق، اس کی سند کے متعلق، راویان حدیث سے متعلق، متواتر، مشہور، احاد، غریب، مؤتلف، مختلف، منکر، ناسخ و منسوخ، علل وغیرہ جن کی تعداد سو کے قریب پہنچتی ہے، اور جن کی تفصیل اُصولِ حدیث کی کتابوں میں بآسانی دیکھی جاسکتی ہے۔

اُمت نے صرف یہی نہیں کیا کہ آپ کے اقوال کو محفوظ رکھا بلکہ آپ کی ایک ایک ادا، آپ کا ہر ہر فعل، ہر قول اور زندگی کا ہر شعبہ اور ہر ہر گوشہ محفوظ کر دیا۔

دنیا میں کوئی نبی اور کوئی بھی بڑا آدمی ایسا نہیں گذرا جس کی زندگی اس طرح محفوظ ہو جس طرح کہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی محفوظ ہے۔ اس کا اعتراف اپنوں ہی نے نہیں کیا بلکہ اعداء بھی اس کے معترف ہیں۔ "جان ڈیون پورٹ" اپنی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن" کو ان الفاظ سے شروع کرتا ہے:

> "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام مقننین اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وقائع محمد ﷺ کے وقائع عمری سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں"۔
>
> (بحوالہ خطبات مدراس)

دوسرے انبیاء اور دوسری قوموں کے پیشواؤں کے حالاتِ زندگی میں صرف چند جھلکیاں تو معلوم ہوسکتی ہیں، مگران کی زندگی کے حالات اس تفصیل سے کہیں بھی مذکور نہیں جن کو سامنے رکھ کر کوئی بھی جو یائے حق اپنے لیے راہ عمل متعین کر سکے جبکہ ان کے مقابلہ میں حضور اکرم ﷺ کا ایک ایک فعل محفوظ ہے، آپ گھر میں کس طرح رہتے تھے، باہر کی زندگی کس طرح گذارتے تھے، غزوات، سفر وحضر، آپ کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا سب کچھ ہی تو محفوظ ہے جو ہر شخص کے لیے مشعلِ راہ بن سکتے ہیں، اور جن کی روشنی میں ہر شخص اپنے لئے راہ عمل متعین کرسکتا ہے۔ ریورنڈ باسورتھ اسمتھ فیلو آف ٹرینٹی کالج آکسفورڈ کہتا ہے:

''ہم درحقیقت مسیح کی زندگی کے ٹکڑے میں سے ٹکڑا جانتے ہیں۔ ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے جس نے تین سال کے لیے راستہ تیار کیا، جو کچھ ہم جانتے ہیں اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے اور شاید اور بہت زیادہ کرے۔ ''ایک آئیڈیل لائف'' جو بہت دور بھی ہے۔ اور قریب بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی، لیکن اس کا کتنا حصہ ہے جو ہم جانتے ہی نہیں، ہم مسیح کی ماں، مسیح کی خانگی زندگی، ان کے ابتدائی احباب، ان کے ساتھ ان کے تعلقات، ان کے روحانی مشن کے تدریجی طلوع، یا یک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں؟ انکی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے، لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے یہاں دھندلا پن اور راز نہیں ہے ہم تاریخ رکھتے ہیں ہم محمد ﷺ کے متعلق جانتے ہیں، جس قدر لیوتھر اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں''۔ (بحوالہ خطبات مدراس)

حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے بیان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں نے ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھیں اور سیرتِ نبویہ اور حدیث کی کتابوں کو ان کے مصنفوں سے سینکڑوں اور ہزاروں اشخاص نے ایک ایک حرف سن کر اور سمجھ کر دوسروں تک پہنچایا۔ حدیث کی پہلی کتاب مؤطا امام مالک اس کے مصنف امام دار الھجرہ امام مالکؒ سے چھ سو آدمیوں نے سنا، امام

بخاریؒ کی جامع صحیح کو صرف ان کے ایک شاگرد فربری سے ساٹھ ہزار آدمیوں نے سنا۔

بہر حال مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کی سیرت کو محفوظ رکھا اور اس پر مختلف تصانیف چھوڑیں، اور ان تصانیف کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور ہر شخص اس میں حصہ لینا اپنے لیے قابل فخر اور باعث سعادت سمجھتا ہے۔

اُمت نے یہی نہیں کیا کہ آپ کی زندگی کو محفوظ کر لیا بلکہ آپ کی زندگی کو بیان کرنے والوں اور آپ کے افعال واقوال نقل کرنے والوں کی زندگیاں تک محفوظ کر لیں۔

صرف صحابہ کرامؓ کے تذکرہ وحالات میں اس قدر شرح وبسط کیساتھ کتابیں لکھی گئیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جائے۔ حافظ ابن حجرؒ کی ''اصابہ'' ابن عبدالبر کی ''استیعاب'' ابن اثیرؒ کی ''اسد الغابہ'' قابل ذکر ہیں، صحاح ستہ کے رُواۃ کے حالات میں ''تہذیب الکمال'' اور اس کی تلخیص ''تہذیب التہذیب'' موجود ہے۔ اور وہ رُواۃ جو متروکین ومجروحین ہیں ان کے مستقل تذکرے لکھے گئے۔ ''لسان المیزان'' اور ''میزان الاعتدال'' اسی قسم کے رواۃ کے تذکرے میں ہیں۔

بہر حال احادیث کی حفاظت کے سلسلہ میں علماء اُمت نے فنِ رجال مرتب کیا اور باقاعدہ رُواۃِ حدیث کے حالات بیان کئے اور ان پر جرح ونقد کا سلسلہ قائم کیا اور تدوین حدیث میں اس بات کا خیال رکھا کہ کوئی حدیث درمیان میں منقطع نہ ہو اگر راویانِ حدیث کا سلسلہ کہیں ٹوٹا بھی ہے تو اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ یہ سب حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا اعجاز اور اُمت محمدیہ کا امتیاز ہے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ علامہ شبلی نعمانی کا قول نقل کرتے ہیں۔

> ''کسی زمانہ کے حالات مدت کے بعد قلمبند کیے جاتے ہیں تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں جن کے راویوں کا نام ونشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ ان افواہوں میں سے وہ واقعات انتخاب کر لیے

جاتے ہیں جو قرائن و قیاسات کے مطابق ہوتے ہیں، تھوڑے زمانے کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں۔ یورپ کی اکثر یورپین تصنیفات اسی اُصول پر لکھی گئی ہیں''۔

لیکن مسلمانوں نے اس فن سیرت کا جو معیار قائم کیا وہ اس سے بہت ہی زیادہ بلند تھا، اس کا پہلا اُصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کے نام بہ ترتیب بیان کئے جائیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص اس سلسلۂ روایت میں آئے کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا چال چلن کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس عالم تھے؟ یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا سخت مشکل تھا۔ لیکن سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کر دیں، ایک ایک شہر میں گئے اور راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کے حالات دریافت کئے۔ انہی تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت کم از کم کئی لاکھ شخصیتوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

(خطبات مدراس)

ہندوستان میں حدیث کی آمد

ہندوستان میں بھی شروع سے ایک طبقہ ایسا رہا ہے جس کا مشغلہ حدیث پڑھنا اور پڑھانا تھا۔ مسلمانوں نے جب سندھ فتح کیا اور بہت سے تابعینؒ نے سرزمین سندھ کو اپنے شرف قدوم سے زینت بخشی جس کی وجہ سے حدیث کی بازگشت سندھ میں سنائی دی جانے لگی۔ اسی عرصہ میں سندھ کو ربیع بن صبیح نامی محدث سے بھی شرف حاصل ہوا۔ عربوں کا دور حکومت تیسری صدی تک جاری رہا۔ اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوا جو چوتھی صدی سے دسویں صدی ہجری تک پھیلا ہوا ہے اس دور میں فقہ، اُصول فقہ، منطق، فلسفہ، علم الکلام کی کثرت سے درس و تدریس کی وجہ سے حدیث کی طرف توجہ کم ہوگئی مگر حدیث پڑھتے ضرور تھے۔ اس دور میں حدیث کی تعلیم صرف ''مشارق الانوار'' تک محدود تھی زیادہ سے زیادہ ''مشکوٰۃ'' یا بغوی کی ''مصابیح'' کو تبرکاً پڑھ لیا جاتا تھا۔

دسویں صدی میں دنیائے اسلام سے ہندوستان کے بعض علاقوں میں حدیث کے علماء وارد ہوئے اور اس طرح دوبارہ حدیث کی صدائے عطر بیز ہندوستان میں گونجنے لگی۔ دسویں صدی کے اواخر میں ایک محدث سید عبدالاولی الحسینی کا نام ملتا ہے جنہوں نے ''فیض الباری'' کے نام سے بخاری کی شرح لکھی اور یہ ہندوستان میں بخاری کے سب سے پہلے شارح ہیں۔

گیارھویں صدی میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ علم حدیث کا ایک ماہتاب بن کر چمکے، جنہوں نے حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی اور اکبری دور کی بدعت، الحاد و زندقہ کی ظلمت کو حدیث نبویؐ کے نور سے ختم کر دیا۔ اُنہوں نے ''مشکوٰۃ'' کی دو شرحیں لکھیں، ایک فارسی میں ''اشعۃ اللمعات'' کے نام سے، دوسری ''لمعات التنقیح'' کے نام سے عربی میں۔ اس طرح حدیث کی خدمت ہوتی رہی اور علم حدیث کی تاریخ اپنے مراحل طے کرتی رہی، پھر علم حدیث کی تاریخ میں ایک انقلاب آیا یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سربرآرائے مسند

حدیث ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ہندوستان میں متداول علوم کی تحصیل کے بعد سفر حجاز اختیار کیا اور شیخ ابوطاہر بن ابراہیم سے صحاح ستہ کا درس لیا شیخ نے بھی اپنے سارے علوم اپنے ہونہار شاگرد کے سامنے کھول دیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان آکر صرف مشکوٰۃ المصابیح کے درس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صحاح ستہ کا درس شروع کیا اور ظلمت کدہ ہند حدیث نبویؐ کے نور سے منور ہو گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی گوناگوں خصوصیات کے حامل آپ کے بعد آپ کے فرزندانِ گرامی ہوئے جن میں مسندِ وقت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کا نام نامی سرفہرست ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی آپ کے برادرانِ جلیل القدر، حضرت مولانا شاہ عبدالقادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ نے علومِ حدیث حاصل کیے، حضرت شاہ محمد اسحاقؒ نے جو اپنے زمانہ میں مسند وقت تھے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے حدیث پڑھی اور طویل عرصہ تک ان کے ساتھ رہے۔ حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ کے بعد شاہ عبدالغنیؒ محدث تھے اور شاہ عبدالغنیؒ صاحب سے پورا ایک جہاں فیضیاب ہوا۔

ولی اللہی خاندان کے بعد حق وصداقت، علم وعرفان، صدق وصفا اور علوم دینیہ خصوصاً قرآنِ کریم وحدیث نبوی کی تعلیم وتدریس اور درس وافادہ کی خلافت حضرات علماء دیوبند وسہارنپور کی طرف منتقل ہوئی حضرات علماء دیوبند وسہارنپور نے سو سال تک تجدید کا کام کیا۔ سلسلۂ علوم حدیث کی اس جماعت میں سرفہرست محدث کبیر، فقیہ بے عدیل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہٗ ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آج تک علومِ حدیث اور صحاح ستہ کی تعلیم اور درس وتدریس کا سلسلہ بدستور چلا آرہا ہے اور آج کے گئے گزرے دور میں بھی صحاح ستہ کی تعلیم ہندوپاک کے دینی مدارس میں امتیازی شان سمجھی جاتی ہے۔ اور اس اعتبار سے ہر زمانے میں ایک ایسی جماعت

جماعت موجود رہی ہے جس نے حضورا کے اقوال وافعال کو محفوظ رکھا اگر چہ ان کے مقابلے میں اسلام کے سدابہار گلشن میں خودرو پودوں اور کانٹوں کی طرح خودرو اور خودساختہ افکار و خیالات کے حامل منکرین حدیث پائے جاتے رہے کبھی باطنیہ کی شکل میں، کبھی خوارج کی شکل میں اور کبھی روافض ونواصب کی شکل میں اور کبھی اباحیہ کی شکل میں اور دیگر مختلف صورتوں میں مگر علماء حق نے ہمیشہ ان منکرین حدیث کا مقابلہ کیا اور علماء حق ہی ہمیشہ ان پر غالب ہوئے۔

ہندوستان میں انکار حدیث

چنانچہ ہندوستان میں بھی قال اللہ اور قال الرسول کی گونج کے مقابلہ میں زائغین اور منکرین حدیث کا ٹولہ وجود میں آیا۔

ہندوستان میں میرے علم کے مطابق سب سے پہلے سرسید احمد خان نے حدیث کا انکار کیا اور اسی انکار حدیث ہی کی بدولت معجزات کا انکار کیا جسکی تفصیل گذشتہ اوراق میں بیان ہوچکی ہے۔ دوسرا شخص جس نے بڑی شدومد کے ساتھ حدیث کا انکار کیا، وہ مولوی چراغ علی تھا اس نے بھی احادیث کو بےکار قرار دے کر احادیث کا انکار کیا، یہی شخص ہے جس نے سب سے پہلے یتیم پوتے کی وارثت کا مسئلہ اُٹھایا۔ اور یہیں سے ہندوستان میں انکار حدیث کا فتنہ عام ہوا۔ یہ شخص غیر مقلد تھا۔

ہندوپاک میں غیر مقلّدیت کی فتنہ انگیزیاں

دنیا کی یہ عجیب تاریخ ہے کہ ہندوستان میں جتنے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے ان سب کی تہ میں غیر مقلدیت پائی جاتی ہے۔

امت مسلمہ کا سب سے بڑا فتنہ قادیانیت جس کے خلاف آج تک اُمت برسر پیکار ہے اور ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے قادیانیت کے خلاف باقاعدہ کام ہورہا ہے یہ فتنہ بھی

غیر مقلدیت کی پیداوار ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنانے والا حکیم نور الدین بھیروی تھا جو غیر مقلد تھا اس نے مرزا غلام احمد کو اُبھارا کہ آپ میں نبی بننے کی صفات پائی جاتی ہیں اس لیے نبی بن جاؤ پہلے اُس سے محدث، مصلح، ملہم وغیرہ کے دعوے کرائے اور پھر نبوت کا دعویٰ بھی کروادیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حکیم نور الدین غیر مقلد تھا اور حنفیوں اور غیر مقلدوں میں لڑائی چلتی رہتی تھی تو اس نے کہا کہ میں حنفیوں کو ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ ساری عمر روتے رہیں گے اور اس نے احناف کے لیے ایک نئی نبوت پیدا کردی تاکہ یہ احناف اسی میں اُلجھے رہیں اور اپنی تمام توانائی اسی میں صرف کردیں۔

چند دن قبل سر ظفر اللہ کی کتاب ''تحدیث نعمت'' دیکھ رہا تھا اس نے لکھا میرا باپ پہلے

غیر مقلد تھا اور اس کی دوسری سیڑھی قادیانیت تھی، سرسید بھی غیر مقلد تھا غرضیکہ بڑے بڑے فتنوں میں غیر مقلدیت کا ہاتھ پایا جاتا ہے اس کی وجہ وہی ہے جو علامہ زاہد الکوثریؒ نے بتائی حضرت علامہ کوثریؒ صاحب کا ایک مضمون ''مقالات کوثری'' میں ہے جس میں حضرت علامہ لکھتے ہیں:

'' ان لا مذهبية قنطرة الالحاد ''

لا مذہبیت (غیر مقلدیت) الحاد کا پل ہے۔

کیونکہ جب کوئی غیر مقلد بنتا ہے تو اس کی فطرت وطبیعت آزاد ہو جاتی ہے اور وہ خیال کی وادی میں ہر جگہ منہ مارتا پھرتا ہے، حق وباطل کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور غیر مقلد بننے کے بعد آدمی گستاخ و بے ادب ہو جاتا ہے۔ یہ غیر مقلد حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کا نام اس طرح لیتے ہیں جیسے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

اس کے بعد فتنہ انکار حدیث کو فروغ دینے والا حافظ اسلم جے راج پوری تھا۔ یہ اعظم گڑھ کا رہنے والا تھا اور جامعہ ملیہ قرول باغ میں اسلامیات کا پروفیسر تھا۔ اس نے انکار

حدیث کے فتنہ کو خوب پروان چڑھایا اس پر کتاب لکھی اور اس پر اپنے شاگردوں کو تیار کیا لیکن اس کا ایک شاگرد اس معاملہ میں بہت ذہین اور فطین ثابت ہوا۔

پرویز اور فتنہ انکارِ حدیث

حافظ اسلم جے پوری نے فتنہ انگیزی کی زرخیز زمین میں ایک بیج بویا جس کی آبیاری اس نے انکار حدیث سے کی اور اسپر مذہب بے زاری اور تحریف والحاد کا ہل چلایا چنانچہ اس پودے نے اپنے پر و بال فتنہ انکار حدیث کی صورت میں نکالے اور ایک تناور درخت بننے کے بعد خوب حق تربیت ادا کیا اور انکار حدیث پر مشتمل کتابوں کی صورت میں پھل دیا۔ یہ پودا جس کو حافظ اسلم جے راج پوری نے لگایا تھا اور وہ شاگرد جسکی تربیت اسلم جے راج پوری نے کی تھی غلام احمد پرویز ہے۔

موجودہ وقت میں پاکستان میں فتنہ انکار حدیث کی قیادت غلام احمد پرویز کے ہاتھوں میں ہے اس نے انکار حدیث کو خوب فروغ دیا۔ زبان اچھی ہے، افسانوی انداز میں لکھتا ہے۔ پرویز نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً طاہرہ کے نام، سلیم کے نام، نظام ربوبیت، قرآنی فیصلے، لغات القرآن، مفہوم القرآن، مطالب الفرقان، معارف القرآن، تبویب القرآن وغیرہ ان سب کتابوں میں یہی انکار حدیث ہے۔ ان کتب میں پرویز نے الحاد و تحریف کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے ہیں شریعت کی اصطلاحوں اور احکام میں تحریف کر کے ان کے مفہوم اپنی طرف سے گڑھ کر لوگوں کے سامنے پیش کئے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ اور رسول کے مفہوم کو بھی بدل کر رکھ دیا، اگر پرویز کی تحریروں اور لٹریچر کی روشنی میں پرویز کے عقائد کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کمیونزم کا پورا معاشی ڈھانچہ، مذہب بیزاری، نیچریت کی مادہ پرستی، قادیانیت کا انکار و جحود، چکڑالویت کا انکار سنت اور خاکسار کی تحریف و تاویل سب خرابیاں ملیں گی اور پرویز کے قلم کی روانی نے ان غلاظتوں میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

پرویز نے اس فتنہ کو عوام کے سامنے ایک دینی دعوت اور دینی تحریک ثابت کرنے کی غرض سے اور اپنے آپکو مسلمانوں کا مصلح ثابت کرنے کے لیے قرآن کو بطور ہتھیار کے استعمال کرتے ہوئے رجوع الی القرآن کا نعرہ بلند کیا جب کہ دوسری طرف حدیث اور نبی کریم ﷺ کے متعلق پرویز کا رویہ یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ (جن پر قرآن کریم نازل ہوا) کو قرآن کے احکامات کی تشریح کا حق بھی دینا نہیں چاہتا بلکہ جو دینی احکام نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ بھی اس کے نزدیک من گھڑت ہیں۔ اس کے برعکس جب پرویز خود قرآن کی تشریح کرتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ چونکہ یہ خود تو عربی داں نہیں ہے اس لیے مجبوراً کسی لغت کی کتاب کو سامنے رکھ کر جو سمجھ میں آتا ہے اسے اپنے افسانوی رنگ میں ڈھال دیتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر یہ حضرت لغت کے معنی بھی اپنی طرف سے گڑھتے ہیں یا کسی قرآنی لفظ کے مفہوم کو اپنے نظریہ کے مطابق تبدیل کر لیتے ہیں جیسا کہ آگے انکی تحریروں سے یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی۔

پرویز ہر چیز کو اپنے گھر کی لونڈی سمجھتا ہے، قرآن ہو یا لغت، حدیث ہو یا فقہ جسطرح چاہا تشریح کر دی، نہ یہ دیکھا کہ قرآن کے دوسرے مقامات سے اس کی تائید ہو رہی ہے یا مخالفت اور نہ اس بات کو سامنے رکھا کہ قرآن کی فلاں آیت کی تشریح نبی کریم ﷺ نے کیا فرمائی ہے اور فلاں حکم کے متعلق حدیث ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے۔ پرویز کے اسی انکار حدیث کا نتیجہ ہے کہ اس کی زد براہ راست قرآن کریم کے مسلمہ عقائد و عبادات، معاملات، معاشرتی مسائل اور عائلی قوانین پر پڑتی ہے۔

ممکن ہے کہ کچھ لوگ اس انکارِ حدیث کو معمولی فتنہ سمجھیں اور قرآن کے موضوع پر لکھی گئی پرویز کی متعدد کتابوں کو اس کا قرآنِ کریم سے شغف کا نتیجہ قرار دیں لیکن جب ذیل کی سطروں میں پرویز کے عقائد پڑھیں گے، اس کی قصہ آفرینی اور خیال آرائی پر نظر فرمائیں گے تب ان کو اس فتنہ انکار حدیث کے مضرت رساں اثرات کا علم ہو جائے گا اور ان کے سامنے

پرویز کی خدمت قرآن کا بھانڈا پھوٹ جائے گا اور ان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ہمیں اسے دانشمندی کی تحریک کے پرشکوہ الفاظ کے پیچ وخم میں گم نہیں ہو جانا چاہیے۔ ہر خوبصورت عنوان کے بارے میں رائے قائم کرنے سے قبل اس کے مواد کو دیکھنا چاہیے اور پھر اس کا قرآن وحدیث سے تقابل کرنا چاہیے اس کے بعد اس تحریر کے متعلق یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مصنف نے قرآن وحدیث کے احکامات کی نمائندگی کی ہے۔ صرف خوبصورت الفاظ، شستہ تحریر اور عمدہ مضمون یہ حق وصداقت کی علامت نہیں بلکہ بسا اوقات یہ عوام کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں بقول مولانا منظور احمد نعمانی مدیر ''الفرقان'' لکھنو:

> ''واقعہ یہ ہے کہ ذہانت اور زبان وقلم کی طاقت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت نہ ہو تو یہ بہت بڑا فتنہ اور ہزاروں لاکھوں کی گمراہی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔''

(مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور اب میرا موقف: ص ۱۰۸)

پرویز کے کفریہ عقائد

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس انکارِ حدیث کی زد عقائد، عبادات، معاملات، معاشرتی مسائل اور عائلی قوانین سب پر پڑتی ہے۔ آگے ہم پرویز صاحب کی انہی تحریفات اور عقائد کی جھلک پیش کرتے ہیں۔

اللہ اور رسول کے متعلق پرویز کا نظریہ

(۱) قرآن کریم میں جہاں اللہ اور رسول کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ''مرکز نظام حکومت'' ہے۔

(معارف القرآن: ص۶۲۳، ج۴ از غلام احمد پرویز)

(۲) ''قرآن کریم میں ''مرکز ملت'' کو اللہ اور رسول کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔''

(معارف القرآن: ص۶۳۱، ج۴ از پرویز)

(۳) اللہ اور رسول کی اطاعت سے مراد مرکزی حکومت کی اطاعت ہے جو قرآنی احکام کو نافذ

کرے گی۔ (اسلامی نظام از پرویز: ص ۸۶)

(۴) ''اللہ اور رسول یعنی مرکز نظام ملت کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے۔''

(معارف القرآن از پرویز ص: ۶۳۱ ج: ۴)

پرویز کی ان تحریروں کی روشنی میں مندرجہ ذیل دو امور ہمارے سامنے آتے ہیں:

نمبرا- قرآنِ کریم جہاں بھی اللہ اور رسول کا نام آیا ہے اس سے مراد ''مرکزِ ملت'' ہے۔

نمبر۲- جہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کا ذکر ہے اس سے مراد ''مرکزی حکومت'' کی اطاعت ہے۔

ایک شخص سے سوال کیا جائے کہ کیا تم خدا کو مانتے ہو؟ وہ کہے کہ ہاں میں خدا کو مانتا ہوں کہ خدا تو ایک فطرت (Nature) ہے وہ ایک قوت (Power) (جیسے کہ آج کل کمیونسٹ کہتے ہیں) تو کیا ایسے شخص کو ہم صرف اس کے یہ کہنے سے کہ ''ہاں میں خدا کو مانتا ہوں'' مسلمان تصور کر سکتے ہیں؟

اسی طرح ایک شخص سے دریافت کیا جائے کہ کیا تم رسول کے قائل ہو؟ وہ جواب دے کہ ہاں میں رسول کا قائل ہوں کہ قوم کا لیڈر، قائد اور مصلح اس قوم کا رسول کہلائے گا تو کیا اسکے یہ کہنے پر ہم یہ تسلیم کر لیں گے کہ وہ رسول کا قائل ہے۔

درحقیقت اللہ اور رسول پر ایمان وہ معتبر ہوگا جو قرآن وحدیث کی بتلائی ہوئی تشریحات وتوضیحات کے مطابق ہو۔ قارئین کرام غور فرمائیں کہ کیا اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک اللہ اور رسول کا یہی مفہوم ہے۔ جو پرویز نے بیان کیا ہے۔ پرویز صاحب چونکہ احادیث کو نہیں مانتے اس لیے فی الحال ہم اللہ اور رسول کے مفہوم اور اللہ اور رسول کی اطاعت کے متعلق کوئی حدیث بیان نہیں کرتے لیکن پرویز صاحب یہ تو مانتے ہیں کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے لہٰذا بتلایئے عربی زبان کی کونسی لغت (Dictionary) میں اللہ اور رسول کا معنی ''مرکز نظام ملت'' بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ پرویز صاحب قرآن اور لغت

کو اپنے گھر کی جاگیر سمجھتے ہیں کہ جس لفظ کا جو معنی دل میں آیا بیان کر دیا۔ پرویز صاحب عربی زبان کی نثر، نظم، اشعار اور محاوروں میں کسی ایک جگہ بھی یہ بتلا دیں کہ اللہ اور رسول کے معنی اور مفہوم ''مرکز ملت'' یا ''مرکز نظام حکومت'' ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات بیان کی گئی ہیں مثلاً یہ کہ خدا تعالیٰ ''عالم الغیب'' (غیب کی باتوں کو جاننے والا) ''حیّ قیوّم'' (زندہ، سب کا تھامنے والا) ''خالق'' (پیدا کرنے والا) ''رزاق'' (عطا کرنے والا) تو کیا یہ تمام صفات پرویز کے نزدیک مرکز ملت کے لیے بھی ہیں؟ کیا مرکز ملت ''غیب کا جاننے والا ہے''؟ کیا ''مرکز ملت'' ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے، کیا مرکز ملت رزق عطا کرنے والا ہے۔

ذرا غور کیجیے کہ اللہ اور رسول کی ذات و صفات پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا دین اسلام کا سب سے اولین اور بنیادی مرحلہ (Basic Stage) ہے جب پرویز صاحب کو اسلام کی اس اساس اور بنیاد سے ہی اختلاف ہے تو بقیہ احکام اور مسائلِ دین میں انہوں نے کیا کیا گل نہیں کھلائے ہوں گے اور کیا کیا تحریفات نہیں کی ہوں گی اور پورے دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہوگا چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

جنت اور جہنم کے متعلق پرویز کا نظریہ

عقیدۂ توحید و رسالت کے بعد عقیدۂ آخرت کا نمبر آتا ہے۔ اور اسی عقیدہ آخرت کے ضمن میں جنت اور جہنم کا تذکرہ بھی آتا ہے ذرا ان امور کے متعلق بھی پرویز صاحب کی موشگافیاں مطالعہ فرمائیں:

> ''بہر حال مرنے کے بعد کی ''جنت اور جہنم'' مقامات نہیں ہیں انسانی ذات کی کیفیات ہیں۔'' (لغات القرآن از پرویز: ص ۴۴۹، ج ا)

جنت اور جہنم کے مقامات ہونے سے انکار کرنا اور ان کو انسانی ذات کی کیفیات قرار دینے کا نظریہ اسلامی عقائد کے یکسر منافی اور سراسر کفر و الحاد ہے۔ جنت و جہنم کے مقامات

ہونے پر تمام مسلمانوں کا نزولِ قرآن سے لے کر آج تک اجماع واتفاق ہے۔ قرآنِ کریم میں جنت وجہنم کے لیے صراحتہً ''مستقر'' اور ''مقام'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ جہنم کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿ انها سآء ت مستقراً وّمقاماً ﴾ (سورۃ الفرقان)

ترجمہ: بے شک وہ (جہنم) بری جگہ ہے ٹھرنے کی اور بری جگہ ہے رہنے کی۔

جنت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حسنت مستقراً و مقاماً ﴾ (سورۃ الفرقان)

ترجمہ: بہترین جگہ ہے ٹھہرنے کی اور بہترین جگہ ہے رہنے کی۔

قرآن کریم میں جنت اور جہنم کی مختلف صفات بیان کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر آیت ملاحظہ ہو:

﴿وسیق الذین کفروا الیٰ جھنم زمراً حتیٰ اذا جاؤھا فتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا الم یأتکم رسل منکم الخ﴾ (سورۃ الزمر)

ترجمہ: ''اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان سے دوزخ کے داروغہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے الخ''۔

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کے دروازے ہیں اور اس جہنم کا ایک داروغہ بھی ہے تو یہ دروازے اور داروغہ کسی مقام کے ہوتے ہیں یا کیفیات کے ہوتے ہیں؟

قرآن کریم کا ادنیٰ سا مطالعہ کرنے والا شخص بھی یہ جانتا ہے کہ قرآنِ کریم میں جنت کی بہت سی ایسی صفات بیان کی گئی ہیں کہ جو کسی مقام اور کسی جگہ کی ہوسکتی ہیں۔ کسی کیفیت کی

صفات نہیں ہو سکتیں؟ شب معراج میں آنحضرت ﷺ کو جنت کی نعمتوں کے اور دوزخ کے عذاب کے چند نمونے دکھائے گئے ہیں تو کیا خیال ہے کہ یہ نمونے انسانی ذات میں تھے یا یہ کسی مقام کے نمونے تھے؟ جنت اور جہنم پر کسی شخص کا اعتقاد اس وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ یہ عقیدہ قرآن کی تشریحات و توضیحات کے مطابق ہو ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ اس کا جنت و جہنم پر اعتقاد نہیں لہذا ایسے شخص کو کافر قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ شہاب الدین خفاجی اپنی کتاب ''نسیم الریاض'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''وكذالك نكفر من انكر الجنة والنار نفسهما او محلهما''۔ (ج:٤. ص:٥٥٥)

اور اسی طرح ہم اس کو بھی کافر کہیں گے جو جنت و دوزخ کا سرے سے انکار کرے یا ان کے مقامات کا انکار کرے۔

ملائکہ کے متعلق پرویز کا نظریہ

''اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات میں ''ملائکہ'' سے مراد وہ نفسیاتی محرکات ہیں جو انسانی قلوب میں اثرات مرتب کرتے ہیں''۔ (ابلیس و آدم از پرویز ص ۱۹۵)

ملائکہ کا یہ مفہوم پرویز نے اپنی مختلف کتابوں میں بیان کیا ہے مثلاً ''لغات القرآن'' اور ''معارف القرآن'' وغیرہ۔ ملائکہ کا یہ مفہوم اور تشریح بھی کفر ہے اس لیے کہ پرویز صاحب ملائکہ کی اس حقیقت سے انکار کر رہے ہیں جس کو اسلام نے متعین کیا ہے اور قرآن کی واضح تصریحات نے بیان کیا ہے۔ اسلام کی رو سے ملائکہ ''نفسیاتی محرکات'' یا کائناتی قوتوں کا نام نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مستقل مخلوق ہیں جنکی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت ہی اطاعت رکھی ہے۔ ملائکہ پر ایمان کا وہ معنی قطعاً نہیں ہے جو پرویز نے بتلایا ہے بلکہ اسلام کے نقطہ نگاہ سے ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے جو نسیم الریاض میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

''والملائكة اجساد نورانية سالمة من الكدورات

الجسمانية قابلة لتشكل والايمان بهم ان تؤمن بانهم عباداللّٰه معصومون لايفعلون غيرما يؤمرن ولا يعلم عدتهم الا اللّٰه "۔ (ج:۲۔ ص:۲٤۵)

"ملائکہ نورانی اجسام ہیں، جسمانی کدورتوں سے پاک ہیں مختلف اشکال قبول کر لیتے ہیں اوران پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لائے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔ معصوم ہیں بغیر حکم الٰہی کے کوئی کام نہیں کرتے ان کی تعداد کا حال اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں"۔

ملائکہ کے بارے میں قرآن کریم کی بہت سی آیات پرویز کے باطل عقیدہ کی تردید کرتی ہیں بعض آیات ہم ذکر کرتے ہیں:

(۱) ﴿ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولداً سبحانه' بل عباد مكرمون لا يسبقونه' بالقول وهم بامره يعملون ﴾ (سورۃ الانبیاء:۲۷)

ترجمہ: اور وہ (کافر) کہتے ہیں کہ رحمٰن نے (فرشتوں) کو اولاد بنا رکھا ہے (حالانکہ) خدا کی ذات تو اس سے پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے) معزز بندے ہیں اس سے بڑھ کر نہیں بول سکتے اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں۔

(۲) ﴿ وجعلوا الملائكة الذين هم عباد الرحمٰن اناثا ط اشهدوا خلقهم ستكتب شهادتهم ويسئلون ﴾ (سورۃ الزخرف: رکوع:۲۔ پ:۲۵)

ترجمہ: اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے۔ کیا ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور قیامت میں اُن سے بازپرس ہوگی۔

(۳) ﴿ الحمد للّٰه فاطر السمٰوٰت والارض جاعل الملائكة رسلاً اُولى اجنحة مثنى وثلاث وربع ﴾ (سورۃ الفاطر: رکوع:۱۔ پ:۲۲)

ترجمہ: تمام تر حمد اسی اللہ کو لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا ہے جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ خدا کی اس مخلوق کے بارے میں کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں قرآن نے کفار کے اس نظریہ کی تردید کی ہے کہ یہ خدا کی بیٹیاں نہیں ہیں بلکہ یہ خدا کے معزز بندے ہیں۔

اسی طرح اگلی آیت میں فرشتوں کی چند جسمانی صفات بتلائی گئی ہیں کہ ان میں سے بعض کے دو پر ہیں بعض کے تین پر ہیں اور بعض کے چار پر ہیں یہ صفات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ کسی خاص اجسام کی صفات ہیں۔ کیا ''نفسیاتی محرکات'' کے پر ہوتے ہیں۔ اگر پرویز صاحب نے اپنے حواس سے ''نفسیاتی محرکات'' کے پر محسوس کئے ہیں یا اپنی عقل سے پر تلاش کر لیے ہیں تو یہ پرویز کے دماغ کی بدحواسی اور عقل کی نادانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے میں پرویز کا نظریہ

''انکشاف حقیقت کی ''روشنی'' (ذریعہ یا واسطہ) کو جبریل سے تعبیر کیا گیا ہے''۔

(ابلیس و آدم از پرویز: ص ۲۸۳)

پرویز کی اس تحریر میں حضرت جبریل علیہ السلام کے شخصی وجود اور ان کی اس حقیقت سے انکار ہے جو اسلام نے متعین کی ہے۔ اسلامی عقائد کی رو سے جبریل علیہ السلام ایک برگزیدہ فرشتے ہیں جن کا کام انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی لانا تھا قرآن کریم کی مندرجہ ذیل دونوں آیات پرویزی فکر کی صراحتہً تردید کرتی ہیں:

(۱) ﴿ قل من كان عدواً لجبريل فانه نزّله على قلبك باذن الله مصدقاً لما بين يديه وهدى وبشرى للمؤمنين ﴾ (سورۃ البقرہ: رکوع: ۱۲ پ: ۱)

ترجمہ: آپ (ان سے) یہ کہیے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے سو انہوں نے خدا کے حکم سے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے، یہ قرآن تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو۔

(۲) ﴿ من کان عدواً للّٰہ وملائکتہٖ ورُسُلہٖ وجبریل ومیکائیل فان اللّٰہ عدواً للکافرین﴾ (سورۃ البقرہ : رکوع: ۱۲ ب:۱)

ترجمہ: جوکوئی شخص دشمن ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ان کافروں کا۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ رسولوں کی طرح جبرئیل اور میکائیل کا بھی وجود خارجی ہے لہذا جبریل کو کسی خاص قسم کی روشنی قرار دینا گمراہی اور کفر ہے اور قرآن شریف کی تصریحات کے سراسر خلاف ہے۔

نزولِ قرآن سے لے کر آج تک مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنِ کریم نبی کریم ﷺ تک حضرت جبریل کے ذریعہ نازل ہوا لیکن پورا عالم اسلام ایک طرف اور پرویز صاحب ایک طرف، کیا پرویز کے نزدیک کوئی روشنی قرآن لے کر نبی کریم ﷺ تک آئی تھی، جس شخص کا قرآن کے نزول کے متعلق ہی عقیدہ اس قدر گمراہ کن ہو تو آگے مکمل قرآن کے بارے میں اور قرآن کے دیگر اُمور کے بارے میں اس کا عقیدہ کس قدر گمراہ کن اور ملحدانہ ہوگا۔

صد حیف اور افسوس ہے پرویز صاحب کی حالت پر کہ وہ قرآن کی آیات کے مفاہیم بدل کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق قرآن کریم کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو:

﴿ ان الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا ط افمن یلقیٰ فی النار خیر ام من یأتی آمناً یوم القیٰمۃ اعملوا ماشئتم . انہ' بما تعملون بصیر ﴾

ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ جو ہماری آیات میں الحاد (کجروی) کی راہیں نکالتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں بھلا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے گا۔ کیے جاؤ جو چاہو بے شک جو کچھ تم کرتے ہو

وہ خدا دیکھتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیات کوسن کر جولوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں میں واہی تباہی اور انٹ شنٹ شبہات پیدا کر کے ٹیڑھ نکالتے ہیں یا خواہ مخواہ توڑ مروڑ کران کا مطلب غلط لیتے ہیں، ممکن ہے وہ لوگ اپنی مکاریوں اور چالاکیوں پر مغرور ہوں، مگر اللہ تعالیٰ سے ان کا حال پوشیدہ نہیں جس وقت اس کے سامنے جائیں گے خود دیکھ لیں گے۔ فی الحال اس نے ڈھیل دے رکھی ہے وہ مجرم کو یکدم نہیں پکڑتا اس لیے آگے فرمایا ﴿ أعملوا ماشئتم انه بما تعملون بصير ﴾ یعنی اچھا جوتمہاری سمجھ میں آئے کئے جاؤ مگر یادر ہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں ایک دن انکا پوراخمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

اس سے قبل ہم نے جن فتنوں کا تذکرہ انکار حدیث کے حوالہ سے کیا تھا ان فرقوں اور فتنوں میں انکار حدیث جزوی طور پر تھا یعنی انہوں نے کسی خاص عقیدہ کے متعلق یا دین کے کسی خاص شعبہ کے بارے میں احادیث کونظر انداز کر دیا لیکن پرویز صاحب نے جس فتنہ انکار حدیث کو پروان چڑھایا ہے۔ وہ ہمہ گیر ہے اور یہ انکار حدیث دین کے تمام شعبوں پر محیط ہے گویا کہ کلی طور پر احادیث کا انکار ہے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ پرویز صاحب نے دین کے بنیادی اور اساسی عقائد میں بھی تحریف کردی اور دین کے بنیادی اعمال مثلاً نماز اور زکوۃ اور حلال وحرام کے اُمور میں انہوں نے احادیث کونظر انداز کیا اور ایسے نظریات تخلیق (Create) کئے کہ جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اس طرح پرویز صاحب نے اپنی دین سے وابستگی بھی ختم کردی مثلاً دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں اگر کوئی شخص ان میں سے کسی بھی ایک وقت کی نماز کا سرے سے انکار کردے وہ کافر ہو جائے گا چاہے اب وہ اس انکار کی کوئی بھی تاویل کرے اور کوئی بھی وجہ بتلائے وہ ناقابل قبول ہوگی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں پانچ وقت کی نماز اس لیے نہیں مانتا کہ مجھے قرآن سے ان کا

ثبوت نہیں ملتا، تو اگر چہ یہ شخص اپنے اس انکار کے لیے قرآن کو سہارا بنا رہا ہے لیکن پھر بھی اسکی یہ بات نا قابل قبول ہوگی چنانچہ پرویز کے نزدیک نماز اگر ہے تو دو وقت ہے، اور سوائے چند چیزوں کے حرام ہو نیکے باقی سب حلال۔ پرویز صاحب کی تحریروں کے مندرجہ ذیل اقتباسات ان نظریات کا منہ بولتا ثبوت ہیں:

نماز اور پرویز

پرویز صاحب نے نماز کے متعلق اپنی کتابوں میں بہت کچھ لکھا ہے "نماز کے متعلق" لکھنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کی افادیت، اہمیت، فضائل اور احکام پر کچھ مفید باتیں تحریر کی ہیں بلکہ انہوں نے جہاں بھی نماز کے متعلق کچھ اظہار خیال کیا تو اس میں سارا زورِ قلم اس پر صرف کیا کہ ۱۴۰۰ سال سے مسلمان جس طریقہ سے مسجد کے اندر ایک خاص ہیئت سے اور متعین اوقات میں نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ نہ صرف یہ کہ غلط ہے بلکہ یہ طریقہ مجوسیوں کا ہے اور قرآن میں جہاں جہاں "اقیموا الصلوٰۃ" کا حکم ہے تو وہاں "اقامتِ صلوٰۃ" سے مراد نماز پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد معاشرہ میں ایک خاص نظام رائج کرنا ہے اسی طرح انہوں نے ایک مقام پر ارکانِ اسلام کے متعلق تحریر کیا کہ:

> "اب یہ تمام عبادات اسلئے سرانجام دی جاتی ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے، ان امور کو نہ افادیت سے کوئی تعلق ہے نہ عقل و بصیرت سے کچھ واسطہ آج ہم بھی اس مقام پر ہیں جہاں اسلام سے پہلے دنیا تھی۔" (قرآنی فیصلے از پرویز: ص ۳۰۱)

اس کے علاوہ بھی نماز کے متعلق بہت سی پرویزی تحقیقات ہیں جن کو ہم یہاں اختصار کے پیش نظر نقل نہیں کر سکتے اس سلسلہ میں صرف ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

> "سورۂ نور میں صلوٰۃ الفجر اور صلوٰۃ العشاء کا ذکر (ضمناً) آیا ہے جہاں کہا گیا ہے کہ تمہارے گھر کے ملازمین کو چاہئے کہ وہ تمہاری (Privacy) کے اوقات میں

اجازت لیکر کمرے کے اندر آیا کریں یعنی ﴿من قبل صلوٰة الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظهیرة ومن بعد صلوٰة العشاء﴾ (۲۴/۵۸) صلوٰۃ الفجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتار دیتے ہو اور صلوٰۃ العشاء کے بعد۔ اس سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اجتماعاتِ صلوٰۃ کے لئے (کم از کم) یہ دو اوقات متعین تھے۔ جبھی تو قرآن نے ان کا ذکر نام لیکر کیا ہے۔''

(لغات القرآن از پرویز ج ۳، ص ۱۰۴۳، ۱۰۴۴)

یوں تو پرویز صاحب آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو جھوٹ کا پلندہ اور من گھڑت قرار دیتے ہیں جب کہ دوسری طرف خود پرویز صاحب کے پرویزی مذہب کی پوری بنیاد جھوٹ پر ہے۔ دینی اُمور اور مسلمانوں کے دیرینہ، مسلّمہ اور قطعی عقائد کے متعلق جھوٹ بولنے میں انکو کوئی شرم و عار محسوس نہیں ہوتی نماز کے اوقات کے متعلق یہ کہنا کہ ''حضور ﷺ کے زمانہ میں اجتماعاتِ صلوٰۃ کے (کم از کم) یہ اوقات متعین تھے'' سراسر جھوٹ اور آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام ؓ اور زمانۂ خیر القرون پر ایک افسوس ناک اتہام اور افتراء ہے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نماز کے پانچ اوقات متعین تھے جس پر واضح، صریح اور قطعی دلائل موجود ہیں اور اُن کا ثبوت نبی کریم ﷺ سے تواتر اور تسلسل سے ہے اور اُمتِ محمدیہ کا شبِ معراج سے لیکر آج تک اس پر عمل ہے اور جس نے بھی پنجگانہ نماز میں سے کسی بھی ایک وقت کی نماز کا انکار کیا علماء وفقہاء نے بلا جھجک اس کو کافر قرار دیا اسی وجہ سے علماء نے بالاتفاق ان خوارج کو کافر کہا ہے جو دو وقت کی نماز کے قائل تھے ''نسیم الریاض'' میں ہے:

''و کذلک أجمع علی کفر من قال من الخوارج ان الصلوة الواجبة طرفی النهار فقط والمراد بطرفی النهار اوله و آخره''. (ج:۴ ص: ۵۵۰)

''اور اسی طرح اجماع ہے ان خوارج کے کفر پر جو یہ کہتے تھے کہ نماز صرف دن کے دونوں سروں پر فرض ہے یعنی دن کے شروع میں اور آخر میں''۔

پرویز اور زکوٰۃ

(۱) ''زکوٰۃ اس ٹیکس کے علاوہ اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے۔اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی، اس لئے کہ شرح ٹیکس کا انحصار ضروریات ملی پر ہے۔حتی کہ ہنگامی صورتوں میں حکومت وہ سب کچھ وصول کرسکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو لہذا جب کسی جگہ اسلامی حکومت نہ ہو تو پھر زکوٰۃ بھی باقی نہیں رہتی۔'' (قرآنی فیصلے ص ۳۵)

(۲) ''اگر خلافت راشدہ نے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق اڑھائی فیصدی مناسب سمجھا تھا تو اس وقت یہی شرح شرعی تھی، اگر آج کوئی اسلامی حکومت کہے کہ اسکی ضروریات کا تقاضہ بیس فیصدی ہے تو یہی بیس فیصدی شرعی شرح قرار پا جائیگی''

(سلیم کے نام پانچواں خط از پرویز: ج ا ص ۷۷، ۷۸)

زکوٰۃ اسلامی ارکان میں سے ہے اور ایک نہایت اہم عبادت ہے۔قرآن کریم نے اس عبادت کی بجا آوری کا بار بار حکم دیا اور اس کے مصارف خود متعین کئے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اسکی تمام جزئیات کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ کب زکوٰۃ واجب ہوگی، نصابِ زکوٰۃ کیا کیا ہیں، شرائطِ وجوب کیا ہیں اس اہم عبادت کو ٹیکس کہ دینا اور اس کی مقرر کردہ شرح سے انکار کردینا جو بتواتر آنحضرت ﷺ سے منقول چلی آتی ہے سراسر الحاد ہے۔

پرویز نے یہ تحریر کر کے کہ: ''اگر خلافتِ راشدہ نے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق اڑھائی فیصدی مناسب سمجھا تھا تو اس وقت یہی شرح شرعی تھی'' یہ شبہ پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ کی کوئی شرح متعین نہ تھی چنانچہ خلفائے راشدین نے اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق اس کی شرح اڑھائی فیصدی متعین کردی چنانچہ جب خلفائے راشدین نے اپنی طرف سے اڑھائی فیصدی متعین کردی تو اب کوئی اور شخص اس کو گھٹا اور بڑھا بھی سکتا ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی اڑھائی فیصد شرح خلفاء راشدین نے نہیں بلکہ خود نبی کریم ﷺ نے متعین کی تھی اور خلافت راشدہ نے جو کہ (علیٰ منہاج النبوۃ ہوتی ہے) اس نے اس پر عمل کیا اور پوری اُمت عہد رسالت سے لیکر آج تک قاطبۃً اس پر عمل کرتی چلی آئی پھر اس میں شک وانکار کی گنجائش کہاں ہے۔

مالی اور بدنی عبادات کے دو اہم اور بنیادی ارکان نماز اور زکوٰۃ کے متعلق پرویز کے نظریات قارئین کرام پڑھ کر بخوبی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ دین کی دوسری بدنی اور مالی عبادات کے متعلق پرویز نے کیا کیا شرانگیزیاں کی ہونگی۔ ہم نے طوالت کے ڈر سے روزہ حج اور دوسرے صدقات کے متعلق پرویز کے خیالات نقل نہیں کئے، تفصیل کے خواہشمند حضرات پرویز کے متعلق شائع شدہ فتوی کا مطالعہ کریں جسے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن (سابق مدرسہ عربیہ اسلامیہ) کے شعبہ تصنیف نے شائع کیا ہے اور اس فتویٰ کو راقم الحروف ہی نے مرتب کیا ہے چنانچہ پرویز اور ان کے متبعین کے نزدیک اس جرم کی پاداش میں اب تک معتوب ہوں اور پرویز اور ان کے متبعین کے چھچھورے انداز تحریر اور نازیبا و ناشائستہ الفاظ کا وقتاً فوقتاً نشانہ بنتا رہتا ہوں لیکن اگر قرآنِ کریم، نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات اور ان کے پاکیزہ اقوال و افعال و اعمال (احادیث مبارکہ) اور دینِ اسلام کی توہین اور ان پر لگائے جانے والے افتراءات، اتہامات اور الزامات کی تردید کی پاداش میں اگر مجھ ناچیز کو طعن و تشنیع کے نیزوں میں پرو دیا جائے تو میں اس کو اپنی نجات کا ضامن سمجھتا ہوں اور اپنے خدائے بزرگ و برتر سے قوی اُمید رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ روز قیامت مجھے نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

عمر احمد عثمانی مُجدّدِ انکارِ حدیث

غلام احمد پرویز کوئی مستند عالم نہیں تھا کہ وہ اپنے ان کفریہ عقائد کو علمی بنیادوں پر اُستوار

کرتا اس وجہ سے اس کا کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔ پرویز کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اس کے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور اس کے کفریہ عقائد کو علمی بنیادیں فراہم کرے تاکہ اس طریقہ سے پرویز اپنے کفریہ عقائد کا زہر علمی حلقوں میں پھیلانے کی کوشش کرے، اس کے لئے اس نے عمر احمد عثمانی کی خدمات حاصل کیں۔ عمر احمد عثمانی نے پرویز کے کفریہ عقائد کو ''فقہ القرآن'' نامی کتاب لکھ کر علمی بنیادوں پر استوار کیا، ان عقائد کی مکمل تشریح وتفسیر کی اور اس طرح عمر احمد عثمانی نے خوب حق خدمت ادا کیا اگر یہ کہا جائے کہ پرویز کے کفریہ عقائد جو مختلف رسائل اور کتابوں میں ہیں وہ متن ہیں اور عمر احمد عثمانی کی کتاب ''فقہ القرآن'' ان عقائد کی شرح ہے تو بالکل مناسب ہوگا۔

پرویز اور عمر احمد عثمانی نے اپنی اس تحریک کو نہایت خوشنما الفاظوں سے مزین کیا ہے اور قرآن کریم کو بطور نعرہ کے استعمال کیا ہے۔ اپنی اس تحریک کو انھوں نے کہیں فہم قرآن کا نام دیا ہے، کہیں ''مفہوم القرآن'' اور ''مطالب الفرقان'' اور کہیں ''فقہ القرآن'' کے پرکشش نام سے موسوم کیا ہے۔ ان کتابوں کے چہرے اور ٹائیٹل اپنی پلاسٹک سرجری اور ظاہری خوبصورتی، عمدہ کاغذ اور دیدہ زیب کتابت کے باوجود حسینانِ فرہنگ کی طرح عصمت سے خالی ہیں اور ان کتابوں میں قرآن کی اصل روح کا فقدان ہے، ان خوشنما نعروں سے جو چیز سامنے آرہی ہے وہ ماڈرن طریقہ سے ''انکار حدیث'' ہے اور انکار حدیث کا لازمی نتیجہ انکار قرآن ہے۔

''فقہ القرآن'' کی اب تک چار جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں اس کتاب کے مصنف عمر احمد عثمانی نے فقہ کا مسخ شدہ ڈھانچہ تیار کیا ہے۔ عمر احمد عثمانی صاحب قرآنِ کریم سے احکامات اور فقہی مسائل مستنبط کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی ائمہ مقتدیٰ (یعنی امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی کے قول کو خاطر میں لاتے ہیں بلکہ عمر احمد عثمانی کے ایک معتقد خاص

(جناب ''طاہر میواتی'' جوکہ غلط فہمی کے نتیجہ میں اپنے آپکو'طاہر مکی' کہتے ہیں) نے ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے فقہ القرآن کے تعارف میں احادیثِ مبارکہ کے متعلق یہ توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں:

''آفتاب قرآنی کی روشنی روایات کے کثیف بادلوں کے تحت کہاں نظر آسکتی ہے؟'' (تعارف فقہ القرآن حصہ سوم ص ۱۳)

جبکہ انہی ''معتقد خاص'' نے فقہ القرآن جلد اول میں مصنف کا تعارف کرواتے ہوئے اس بات کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے کہ جناب عمر احمد عثمانی دار العلوم چندہ پورہ چاٹگام (بنگلہ دیش) کے شیخ الحدیث رہ چکے ہیں اگر نام نہاد شیخ الحدیث اور ان کے معتقدین خاص کا حدیث کے سلسلہ میں یہ رویہ (Attitude) اور اندازِ فکر ہے تو ان کی خدمت میں ہم صرف یہی عرض کرسکتے ہیں۔

اے اہل خرد خوب ہیں انداز تمہارے
جس شاخ پہ بیٹھے ہووہی کاٹ رہے ہو

عمر احمد عثمانی صاحب اگر فقہ القرآن کی تصنیف وتالیف سے قبل پرویزیت، انکارِ حدیث اور وساوس کے کثیف بادلوں کی ظلمت سے باہر آکر آفتابِ قرآنی، مہتابِ حدیث اور کواکبِ فقہ کی روشنی غیر جانبدار (Neutral) ہوکر قرآنِ کریم کا مطالعہ فرماتے اور پھر احکامِ قرآن اور قرآنی فقہ پر عربی اور اردو میں تحریر کی گئیں کُتب کا سرسری مطالعہ بھی فرمالیتے تو ان پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی کہ قرآنِ کریم کی روشنی سے استفادہ کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کس قدر اہمیت رکھتی ہیں۔

ویسے تو ''فقہ القرآن'' کی چاروں جلدوں میں عمر احمد عثمانی نے منکرین حدیث اور دور جدید میں منکرین حدیث کے سرخیل غلام احمد پرویز کی پوری پوری نمائندگی کی ہے لیکن خصوصاً فقہ القرآن کی تیسری جلد میں جس کا عنوان انھوں نے ''حقوقِ نسواں'' متعین کیا ایسا معلوم

ہوتا ہے آنجناب پرویز صاحب کے پورے نقشِ قدم پر ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حقوقِ نسواں سے متعلق اسلام کے جتنے احکامات ہیں وہ سب انصاف پر مبنی ہیں اور ان احکامات میں خدا کی طرف سے عورتوں کے لئے متعین کردہ حقوق کا خیال رکھا گیا ہے لیکن عمر احمد عثمانی ''فقہ القرآن'' کی تیسری جلد میں ''عورتوں کو مردوں کے مساویانہ حقوق'' کا نعرہ لگا کر یہ مضحکہ خیز نظریہ قائم کرتے ہیں کہ:

> ''آدم وحوا ایک ساتھ بیک وقت پیدا ہوئے ہیں۔ لہذا جب پیدائش میں ان میں کوئی تفریق وامتیاز نہیں، کوئی تقدیم وتاخیر نہیں تو پھر دوسرے احکامات میں بھی ان میں کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیئے''۔ (ملاحظہ ہو فقہ القرآن جلد سوم: ص ۴۱، ۴۲)

تخلیق آدم وحوا کے متعلق ان کا یہ نظریہ یقیناً قرآن وحدیث کی واضح تصریحات کے خلاف ہے لیکن انھوں نے اپنے موقف کے لئے طرح طرح کے مفروضات قائم کر کے قرآن میں تدبر، اس کے فہم اور قرآن کی فقہی روح کو بری طرح مجروح کیا ہے اور جن علماء نے صحیح معنوں میں فہم قرآن، تدبر فی القرآن اور قرآن وحدیث سے فقہی احکامات مستنبط کئے ہیں ان کی ان بلند پایہ کوششوں کا مذاق اڑایا ہے۔ اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے یہاں تک کہ عمر احمد عثمانی نے اپنی ''انا'' کے زعم میں اپنے والد بزرگوار جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ اور اپنے رشتہ کے جدامجد مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کوششوں کو بھی قدیم لوگوں کی باتیں اور غلط نقطۂ نظر پر قائم رہنے والے لوگوں کا نمائندہ قرار دے کر ٹھکرایا ہے (ملاحظہ ہو حاشیہ ص: ۲۲۷ فقہ القرآن جلد سوم) اور پھر مزید لطیفہ یہ کہ اس کتاب کا انتساب بھی انہی حضرات سے کیا ہے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا

اگر عمر احمد عثمانی کی یہ تخریبی تحقیقات یہیں پر بس ہو جاتیں تو بہتر تھا لیکن انھوں نے مرد وعورت میں برابری کا دعویٰ کر کے جو گل کھلائے ہیں اور اسکے لئے جو دلائل قائم کئے ہیں

ان کے نتیجہ میں ایک نیا دین وجود میں آتا ہے۔

عمر احمد عثمانی حقوق نسواں کو یورپ کی عینک سے دیکھتے ہیں انھوں نے مسلمان خواتین پر ذمہ داریوں کا دوہرا بوجھ ڈالنے کی کوشش کی ہے اور وہ فرائض و واجبات جو اسلام نے مسلمان خواتین پر لاگو نہیں کئے ہیں وہ بھی ان پر فرض قرار دے دیئے ہیں، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں

جب یہ صلاحتیں دونوں صنفوں میں موجود ہیں اور یہ تمام صلاحیتیں انکے ذمہ دار فرد ہونے کا ثبوت ہیں تو دونوں کی ذمہ داریاں بھی مساوی ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام قوانین الٰہیہ کا نفاذ جیسے مردوں پر ہوتا ہے، عورتوں پر بھی ہوتا ہے۔ جو فرائض وواجبات حق تعالیٰ نے مردوں پر فرض کئے ہیں بعینہٖ وہی فرائض وواجبات عورتوں کے لئے بھی مقرر ہیں

(فقہ القرآن جلد سوم ص ۱۹۶)

اپنے اس قانونِ کلی کے پیش نظر مرد وزن کے فرائض وواجبات میں مکمل ہم آہنگی ،اشتراک اور عینیت کو ثابت کرنے کے لئے عمر احمد صاحب مسلمان خواتین پر مندرجہ ذیل حقوق وفرائض مقرر کرتے ہیں:

(۱) عورتوں پر جمعہ کی نماز فرض ہے

سورۃ الجمعہ کی آیت ﴿یٰآیھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الخ﴾ کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

''اس آیتِ کریمہ میں تمام مومنین کو خطاب ہے، جسکے مرد بھی مخاطب ہیں اور عورتیں بھی۔ لہذا قرآنِ کریم کی اس آیت سے واضح طور پر عورتوں پر بھی جمعہ کی فرضیت ثابت ہو رہی ہے۔ لہذا عورتوں پر صلوٰۃ الجمعہ فرض ہے اور انھیں جمعہ پڑھنا چاہیئے خواہ مردوں کے ساتھ ان کی جامع مسجدوں میں یا اپنی جداگانہ قائم کردہ مسجدوں میں کسی عورت کی امامت میں''۔

(فقہ القرآن جلد سوم: ص: ۲۰۴، ۲۰۵)

(۲) عورتوں پر عیدین کی نماز فرض ہے

نماز جمعہ کے ذیل ہی میں تحریر کرتے ہیں:

''عیدین کی صلوٰۃ کے متعلق بھی یہی صورتِ حال ہے۔''

(فقہ القرآن حصہ سوم: ص ۲۰۵)

یعنی جمعہ کی طرح عیدین کی نماز بھی فرض ہے اور اس کی ادائیگی بھی جمعہ کی طرح ہوگی۔
''یک نہ شد دو شد'' اب تک تو صرف جمعہ کی نماز کا مسئلہ تھا لیکن عمر احمد عثمانی کے مسلک میں نہ صرف جمعہ بلکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں بھی عورتوں پر فرض ہیں اور اس طرح فرض ہیں کہ وہ نماز جمعہ اور عیدین ادا کرنے کے لئے مردوں کی مسجدوں میں جائیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنی زنانہ مسجدیں قائم کریں اور ان میں جمعہ و عیدین کی نمازیں قائم کریں۔

یہ عمر احمد عثمانی کے اس ''خود ساختہ'' اور ''دُم بریدہ'' اُصول کا کرشمہ ہے کہ چودہ سو سال سے اُمت مسلمہ کے کسی بھی فرد نے چاہے وہ صحابی ہو یا صحابیہ تابعین ہوں یا تبع تابعین یا ان کے بعد کے علماء مجتہدین اور فقہاء کرام کسی نے بھی عورتوں پر جمعہ و عیدین کی نمازیں فرض قرار نہیں دیں حالانکہ وہ سب قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے تھے، اس کو سمجھتے تھے انھوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں قرآن و حدیث کی خدمت کے لئے وقف کردی تھیں۔ عمر احمد عثمانی کے علم اور ان صحابہ، تابعین اور علماء مجتہدین کے علم کی نسبت تو قطرہ اور سمندر کی بھی نہیں۔ عمر احمد عثمانی تو ان حضرات کے تفقہ اور علم کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے لیکن پندرھویں صدی کے اس نام نہاد مجتہد، منکرِ حدیث اور منکرِ قرآن کے نزدیک عورتوں پر جمعہ و عیدین کی نمازیں فرض ہیں۔

یہ عمر احمد عثمانی کے جدید طرز کے انکارِ حدیث کی ایک جھلک تھی ورنہ ان کی کتاب ''فقہ القرآن'' تو پوری کی پوری اسی قسم کی چیزوں سے بھری پڑی ہے۔

عمر احمد عثمانی، غلام احمد پرویز اور ان کے متبعین کو قرآنِ کریم میں معنوی تحریفات کرنے

میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ یہ مسلمانوں کی آستینوں کے سانپ ہیں ان کے جیسے فتنہ پرور لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ اس قسم کے نظریات مسلمانوں میں قصداً پھیلا رہے ہیں تو وہ یقیناً دشمنانِ اسلام کی صف میں شامل ہیں اور اگر وہ قصداً نہیں بلکہ دین کی خدمت کے طور پر یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں تو یہ مسلمانوں کے ایسے ''نادان دوست'' ہیں کہ جس میں دوستی کا عنصر صرف %0.1 فیصد ہے جبکہ %99.9 فیصد عنصر نادانی کا ہے۔ اور اس کا نتیجہ نہایت بھیانک، ہلاکت خیز اور عبرت انگیز ہے۔ مسلمانوں کو اس قسم کے آستینوں کے سانپوں سے بچنا چاہیئے!

دوستوں سے ملو محفلوں میں مگر آستینوں کا بھی جائزہ چاہیئے

منکرین حدیث کی مغالطہ انگیزی

منکرینِ حدیث حجیتِ حدیث کو مشکوک بنانے اور اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے یہ نعرے لگاتے ہیں کہ ہم قرآن پر عمل کرتے ہیں، اور قرآن ہمارے لئے کافی وشافی ہے اس کے بعد ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآنِ کریم ایک مفصل کتاب ہے جس میں ہر چیز بیان کر دی گئی ہے خود قرآنِ کریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیءٍ﴾

تو جب قرآنِ کریم اپنے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ ہر چیز کا بیان ہے تو اب کوئی وجہ نہیں کہ قرآن کو کافی نہ سمجھا جائے اور حدیث کی ضرورت بھی محسوس کی جائے۔

غرضیکہ اس طرح یہ حضرات رُجوع الی القرآن، عمل بالقرآن، فہمِ قرآن اور حسبنا کتاب اللہ کے دلفریب نعروں سے عوام کو گمراہ کرنے اور سادہ لوح مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔

قرآن کی جامعیت

حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن ایک جامع کتاب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں تمام اُصولوں کو بیان کر دیا گیا ہے اور عقائد وعبادات، معاملات اور اخلاق سے متعلق تمام کلیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، اور قرآن کے جامع ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ قرآنِ کریم میں تمام جزئیات اور تمام حوادث وواقعات سے متعلق احکام اور ان کی تفصیلات کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔ اور قرآن کی ہر آیت مفسر وواضح نہیں بلکہ اسکی بہت سی آیات مجمل ہیں جو تفسیر کی خواہاں ہیں، بہت سی آیات مبہم ہیں جو وضاحت طلب ہیں، بہت سی آیات میں صرف اشارات ہیں جن کی تفصیل کی ضرورت ہے اور یہ سب احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوتی ہیں۔

قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں

اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ قرآن الفاظ اور معنی دونوں کا نام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو ''ذکر'' کہا ہے جس کا معنی نصیحت ہے اور ظاہر ہے کہ صرف الفاظ سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ الفاظ جو معنی کے بغیر ہوں مہمل کہلاتے ہیں جن کی کوئی وقعت ہی نہیں تو قرآنِ کریم جیسی عظیم کتاب صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوسکتا بلکہ الفاظ اور معنی دونوں کا نام قرآن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام جب بھی اُصولِ فقہ میں مسائل کے استنباط کے لئے قرآن کو ماخذ قرار دیتے ہیں تو وہاں قرآن کریم کو نظم ومعنی دونوں سے تعبیر کرتے ہیں

بیانِ قرآن بھی منزّل من اللہ ہے

ہر صاحبِ کلام اپنے کلام کی تعبیر سب سے احسن طریقہ سے کرسکتا ہے اور پھر قرآنِ کریم تو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے جس کی ایک ایک تہہ میں حقائق ومعارف کے دریا پوشیدہ

ہیں تو اسکی تعبیر ہر شخص نہیں کر سکتا بلکہ اسکے مطالب و معانی تو وہی ذات بیان کر سکتی ہے جس نے یہ کتاب نازل کی۔ اسلیئے اللہ تعالیٰ نے صرف الفاظ ہی نازل نہیں کیے بلکہ الفاظ کی طرح اس کے معنی بھی نازل کیئے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ان علینا جمعه و قرآنه فاذا قرأنٰهُ فاتبع قرآنه . ثم ان علینا بیانه ﴾ (سورۃ القیامه: رکوع: ۱ ب: ۲۹)

ترجمہ: بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور پڑھوانا پس جب ہم اس قرآن کو پڑھنے لگیں تو آپ اسکے تابع ہوجایا کریں پھر ہمارے ذمے اس کا بیان کرنا۔

تو جس طرح قرآنِ کریم کو نازل کر کے حضور اکرم ﷺ کے سینہ مبارک میں جمع کرنا اور زبان سے پڑھوانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اسی طرح قرآنِ کریم کا بیان اور اس کے معانی و مطالب کی وضاحت کرنا بھی اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت بیان کرنے کا وعدہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون﴾

(سورۃ الحجر: پ:۱۴ آیت: ۹)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے ذکر (قرآن) کو اتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو "الذکر" فرمایا لفظ قرآن نہیں ذکر کیا تا کہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ قرآن صرف الفاظ کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ نے صرف الفاظ کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے بلکہ قرآن الفاظ اور معنی دونوں کا نام ہے اور دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کیونکہ نصیحت

الفاظ اور معانی دونوں سے حاصل کی جاتی ہے۔

بیان قرآن اور رسول کی ذمہ داری

یہ بات بھی واضح ہے کہ براہِ راست تو اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کے معانی نہیں بتائیں گے بلکہ جس طرح الفاظِ قرآن حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں اسی طرح معانی بھی آپ نے ہمیں بتائے ہیں چنانچہ آپ کے مقاصدِ بعثت کو قرآنِ کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہیں:

﴿ربنا وابعث فیهم رسولاً منهم یتلو علیهم ایاتک و یعلمهم الکتاب والحکمة و یزکیهم انک انت العزیز الحکیم﴾ (سورۃ البقرہ: پ:۱ رکوع: ۱۵ آیت: ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار اور ان لوگوں میں، خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انھیں تیری آیات پڑھکر سنائے اور انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بیشک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا۔

تحویل قبلہ کے سلسلہ میں حق تعالیٰ اپنی نعمت کی تکمیل کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿کما اَرسلنا فِیکم رَسولاً منکم یتلُوا عَلیکم اٰیا تنَا ویُزکّیکم و یُعلّمکم الکتابَ وَالحکمةَ ویُعلّمکم مالم تکونُوا تعلمُون﴾ (البقرہ: پ:۲ ع:۱۸ آیت: ۱۵۱)

ترجمہ: جس طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

سورہ آلِ عمران میں مسلمانوں پر احسان خداوندی کا اظہار ان لفظوں میں کیا جا رہا ہے:

﴿لقد منّ اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم یتلوعلیھم اٰیتہ و یزکیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلل مبین﴾۔

(آلِ عمران :پ:٤ ع:٧ آیت: ١٦٤)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں تھے۔

اور سورۂ جمعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ ھو الذی بعث فی الامّیّین رسولاً منھم یتلوعلیھم اٰیتہٖ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ﴾ (الجمعۃ : پ : ٢٨ ع : آیت : ٢)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا کہ وہ ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

ان آیاتِ جلیلہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقصدِ بعثت کو متعین کیا گیا ہے جو حسبِ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

(۱) تلاوت آیات (۲) کتاب وحکمت کی تعلیم (۳) تزکیہ وتطہیرِ نفوس

اب ظاہر ہے کہ کتاب وحکمت کی تعلیم تلاوت آیات کے علاوہ کوئی اور ہی چیز ہو سکتی ہے ورنہ اس کا علیحدہ ذکر بے معنی تھا اسی طرح "تزکیہ" بھی آپ کا ایسا خصوصی وصف ہے جو یقیناً قرآن کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے زائد ہے ورنہ تزکیہ کو ایک علیحدہ مقصد کے طور پر بیان کرنے سے کیا فائدہ بس یہی دونوں چیزیں یعنی حکمت وتزکیہ کی علمی وعملی تفصیل "حدیث و سنت" کہلاتی ہے:

صحابہ و تابعین جن کی بصیرت قرآنی ہر زمانہ میں سند و حجت رہی۔ ان سب کی رائے یہی ہے کہ اس سے مراد ''سنت رسول اللہ'' ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حسن بصریؒ، قتادہؒ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد سنت ہی ہے۔

امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی نے اپنی کتاب ''الرسالہ'' میں اطاعت رسول اور سنت کی حجیت پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے ''الکتاب'' کا ذکر کیا جس سے مراد قرآن کریم ہے اور ''الحکمۃ'' کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں میں نے قرآن کے ان علماء سے جو میرے نزدیک پسندیدہ ہیں یہ کہتے سنا کہ اس سے مراد سنت رسول اللہ ہے اور یہ اس لئے کہ وہ کتاب اللہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت فرض کی ہے اور اتباع رسول کو لوگوں پر حتمی قرار دیا لہذا کسی امر کو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کے بغیر فرض نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اپنے رسول پر بھی ایمان لانے کا ذکر کیا ہے''۔ (الرسالہ ص ۷۸)

ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۞ وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیه ۞

(سورہ النحل: ع:٤ ب:١٤ آیت :٤٤)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اسلئے نازل کی کہ جن میں یہ اختلاف کررہے ہیں آپ ان پر اس کو ظاہر فرمادیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

۞ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ۞

(سورۃ النحل: ب:١٤ ع:٦ آیت :٤٤)

ترجمہ: اے نبی یہ ذکر (قرآن) ہم نے آپ کی طرف اسلئے نازل کیا ہے تاکہ

آپ واضح کر دیں لوگوں کیلئے اسکو جو انکی طرف نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت سے بوضاحت معلوم ہو رہا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ذمہ یہ خدمت سپرد کی گئی تھی کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام اور ہدایتیں دی ہیں آپ ان کی تبیین فرمائیں۔ تبیین کے معنی ہیں کسی چیز کو کھول کر بیان کرنا جس کے لئے ہم اپنی زبان میں تشریح کا لفظ استعمال کیا کرتے ہیں۔ اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ تشریح اور وضاحت اصل عبارت سے الگ ہوا کرتی ہے۔ قرآن کریم کی اسی تبیین وتشریح کا نام حدیث ہے۔ قرآن کریم کے جو معانی و مطالب رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائے ہیں وہ ''احادیث قولیہ'' ہیں، اور وہ جن کی تشریح آپ نے اپنے عمل سے فرمائی ہے وہ ''احادیث فعلیہ'' یا تقریریہ'' کہلاتی ہیں۔

حدیث بھی وحی ہے

حضور ﷺ کے یہ اقوال وافعال جو کہ قرآن کریم کا بیان اور اُن کی تشریح ہیں یہ بھی آپ نے اپنی طرف سے نہیں فرمائے بلکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے القا ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یو حیٰ ﴾

(سورۃ النجم:پ:۲۷ ع:۱)

ترجمہ: وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو وحی ہوتی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔

اسی بنا پر علماءِ اُمت اور فقہاءِ ملت نے وحی کی دو قسمیں کی ہیں ایک وحی متلو جو کہ قرآن کریم ہے اور دوسری وحی غیر متلو جو کہ حدیث شریف ہے۔ اور جیسا کہ ہم شروع میں ذکر کر چکے ہیں کہ شریعت کے احکام صرف قرآن سے ہی ثابت نہیں بلکہ بہت سے احکام حدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہیں اور جس طرح قرآنِ کریم شریعت کا ایک مأخذ ہے اسی طرح حدیث بھی

شریعت کا ماخذ ہے۔

حدیث کے وحی ہونے پر قرآنی شہادتیں

قرآن کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی جناب رسول اللہ ﷺ پر وحی آتی تھی اور وہ وحی بھی حجت شرعیہ ہوتی تھی چنانچہ چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ﴿ وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیه ﴾ (البقرہ : پ:۲ ع:۱۷: آیت: ۱۴۳)

ترجمہ: اور ہم نے مقرر نہیں کیا وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اسی لئے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا اُلٹے پاؤں۔

مسلمان جب مدینہ ہجرت کر گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اکرم ﷺ اور مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھتے رہے اس کے بعد بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا اس پر کچھ لوگوں نے خصوصاً یہودیوں نے اعتراضات کیئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ پہلا قبلہ جس کی طرف رُخ کیا جاتا تھا وہ ہمارا ہی مقرر کیا ہوا تھا اور ایک خاص مصلحت اور فائدہ کے پیش نظر ہم نے وہ قبلہ مقرر کیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں وہ آیت کہیں نہیں ملتی جس میں اس قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا ابتدائی حکم ارشاد فرمایا گیا ہو لہذا ظاہر ہے کہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ جناب رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا ماننا بھی اسی طرح ضروری تھا جس طرح کہ وحی متلو کا۔

(۲) ﴿ ما قطعتم من لینة اوترکتموها قائمة علیٰ اصولها فبأذن اللّٰه ﴾

(سورۃ الحشر: پ:۲۸ ع:۱: آیت:۵)

ترجمہ: تم نے کھجور کا جو درخت کاٹ ڈالا یا اپنی جڑ پر کھڑا رہنے دیا (یہ) اللہ کے حکم سے (کیا)۔

غزوۂ بنونضیر میں جب یہود قلعہ بند ہو گئے تھے تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے

درخت کاٹ ڈالے جائیں اور باغ اُجاڑ دیئے جائیں تاکہ وہ لوگ باہر نکل کر لڑنے پر مجبور ہو جائیں نیز یہ کہ کھلی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ باقی چھوڑ دیئے گئے تاکہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں۔ اس فعل پر کافروں نے طعن کرنا شروع کر دیا کہ مسلمان دوسروں کو فساد سے روکتے ہیں اور خود فساد کرتے ہیں۔ اس آیت میں اس طعن کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ جو کچھ کیا گیا ہے وہ سب اللہ کے حکم اور اس کے اذن سے کیا گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ دیا گیا تھا جس کی تعمیل آپ نے کی کیونکہ قرآنِ کریم میں اس اِذن اور حکم کا کوئی ذکر نہیں اور پھر وہ حکم جو وحی غیر متلو کے ذریعہ آپ کو دیا گیا تھا اور جس کی تعمیل آپ نے کی تھی اس کی تصدیق وتائید وحی متلو کے ذریعہ کی گئی۔

(۳) ﴿ لقد صدق اللّٰہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللّٰہ امنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون ﴾ (سورۃ الفتح: پ:۲۶ ع:۱۰ آیت: ۲۷)

ترجمہ: اور اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول کا خواب تحقیقی طور پر کہ تم داخل ہو کر رہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا آرام سے، بال مونڈتے ہوئے اپنے سروں کے اور کترتے ہوئے بے کھٹکے۔

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ ہمارا داخلہ مکہ میں ہو چکا ہے اور سر منڈوا کر یا بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں پھر اتفاق سے اُسی سال آپ کا قصد عمرہ کا ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو خیال ہوا کہ اس سال ہم مکہ میں پہونچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے مگر خلافِ توقع ایسا نہ ہو سکا جس وقت صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہونے لگی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن وامان سے مکہ میں داخل ہونگے اور عمرہ ادا کریں گے۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اس سال ایسا ہو گا؟ عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا بیشک یوں ہی ہو کر رہے گا تم امن وامان سے مکہ پہونچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے۔

یہاں آنحضرت ﷺ کے خواب کی اسی طرح تصدیق کی جارہی ہے جس طرح قربانی کے سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کی قرآن نے تصدیق کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کا خواب بھی وحی میں داخل ہے۔

(۴) ﴿ واذا سر النبی الیٰ بعض ازواجه حدیثا فلما نبأت به واظهره الله علیه عرف بعضه واعرض عن بعض فلما نبأ ها به قالت من انبأ ک هذا قال نبأنی العلیم الخبیر ﴾ (سورۃ التحریم: پ:۲۸ ع:۱ آیت:۳)

ترجمہ: اور جبکہ پیغمبر ﷺ نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی کو) بتلادی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اسکی خبر کردی تو پیغمبر نے (اس ظاہر کردینے والی بی بی سے) تھوڑی بات تو جتلادی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے۔ پھر پیغمبر نے اس بی بی کو جب وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگی آپ کو اسکی کس نے خبر دے دی آپ نے فرمایا کہ مجھکو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے (یعنی اللہ تعالیٰ) نے خبر کردی۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو یہ خبر دے دی گئی تھی کہ آپ کی بیوی نے آپ کی راز کی بات دوسری بیوی سے کہہ دی۔ ظاہر ہے کہ یہ بات آپ کو وحی غیر متلو (حدیث) کے ذریعہ ہی بتائی گئی تھی کیونکہ وحی متلو میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

حدیث کی حجیت

الغرض حدیث کا حجت ہونا اور وحی کی دو قسمیں متلو اور غیر متلو ہونا قرآن کی مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہے اور احادیث تو اس باب میں تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اسی لئے اُمت نے ہمیشہ سنت کو اسلامی احکام کا مأخذ مانا ہے اس کے حجت شرعی ہونے پر تمام اُمت کا اتفاق و اجماع ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں:

''اگر سنت نہ ہوتی تو ہم سے کوئی شخص قرآن نہیں سمجھ سکتا تھا۔''

(میزان شعرانی : ص۳۵)

امام شافعیؒ ''الرسالہ'' میں فرماتے ہیں:

''اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی مراد کو بیان کرنے والی ہے اور قرآن کے الفاظ عموم وخصوص پر دلالت کرنے والی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت کو قرآن کے پہلو بہ پہلو ذکر کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی اور شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا نہیں فرمایا''۔

(الرسالہ: ص۷۹)

امام غزالیؒ رقمطراز ہیں:

''اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات حجت ہیں کیونکہ معجزات آپ کی صداقت پر دلیل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی تابعداری کا حکم دیا ہے نیز یہ کہ آپ ہی کے حق میں وارد ہے ﴿وما ینطق عن الھویٰ الآیۃ﴾ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے جو کچھ فرماتے ہیں وحی کے ماتحت فرماتے ہیں لیکن وحی کی ایک قسم وہ ہے جس کی تلاوت کیجاتی ہے یہ ''کتاب اللہ'' کے نام سے موسوم ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس کی تلاوت نہیں کیجاتی یہ ''سنت'' ہے۔

(المستصفی: ص۸۳)

قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیئے کہ تمام معتبر علماء اس امر پر متفق ہیں کہ سنت مطہرہ کی تشریح احکام کا مستقل مأخذ ہے اور سنت کسی چیز کے حلال اور حرام کرنے میں قرآن کے مثل ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل'' الغرض سنت کا حجت ہونا اور احکام اسلامی کا مأخذ ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اس کی مخالفت صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دین اسلام سے کوئی واسطہ نہ ہو'' (ارشاد الفحول: ص۲۹)

علامہ محقق ابن الہمامؒ تحریر فرماتے ہیں:

''سنت کا حجت ہونا ضروریاتِ دین میں داخل ہے۔''

(التحریر: ص۲۲۵ ج:۲)

اطاعت رسول

اسی بنا پر اطاعت رسول دین کے مسلمات میں سے ہے اور اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اطاعتِ رسول کو ہمیشہ جزو لاینفک سمجھا ہے، رسول پر ایمان لانے کا مطلب ہی اسکی اطاعت وفرماں برداری ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جابجا اطاعتِ رسول کا حکم دیا ہے۔ چند آیات جن میں اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ﴿ قل اطیعوا اللّٰہ والرسول فان تولوا فان اللّٰہ لا یحب الکفرین ﴾

(ال عمران: پ:۳ ع:٤ آیت: ۳۲)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے اطاعت کرو اللہ اور رسول کی پھر اگر اعراض کریں تو (سنا دیجئے) اللہ تعالیٰ کو کافروں سے محبت نہیں۔

(۲) ﴿ واطیعو اللّٰہ والرسول لعلکم ترحمون ﴾

ترجمہ: اور اطاعت کرو اللہ اور رسول کی تاکہ تم پر رحم ہو۔

(۳) ﴿ یا ایھاالذین اٰمنوا اَطیعو اللّٰہ ورسولہ ولا تولواعنہ وانتم تسمعون ﴾

(الانفال ع:۳ آیت:۲ پ:۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور اس سے روگردانی مت کرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔

(۴) ﴿ واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم ﴾

(سورۃ الانفال: رکوع: ۹ آیت: ٤٦ پ: ۱۰)

ترجمہ: اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔

(۵) ﴿ ومن یطع اللّٰہ ورسولہ و یخش اللّٰہ و یتقہ فاولٰئک ھم الفائزون ﴾

(النور: ع:۷ آیت: ۵۲ پ:۱۸)

ترجمہ: اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور ڈرتا رہے اللہ سے اور تقویٰ اختیار کرے سو وہی

لوگ ہیں کامیاب ہونے والے۔

(۶) ﴿ قل اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیه ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تهتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین ﴾

(النور: ع:۷ آیت:٤ ب:۱۸)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی پھر اگر تم اعراض کرو گے تو اس کے ذمہ ہے جو بوجھ اس پر رکھا اور تمہارے ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا اگر اس (رسول) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور پیغام لانے والے کے ذمہ نہیں ہے مگر پہنچا دینا کھول کر۔

(۷) ﴿ اقیموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ﴾

(سورۃ نور: ع:٦ آیت:٥٦)

ترجمہ: قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم پر رحم ہو۔

(۸) ﴿ یا ایها الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم ﴾

(سورۃ محمد: ع:٤ آیت:۳۳ ب:۲٦)

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

(۹) ﴿ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نهاکم عنه فانتهوا ﴾

(الحشر: ع:۱ آیت:۷ ب:۲۸)

ترجمہ: جو کچھ رسول تمہیں دیں تو اسے لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

محبت الٰہی کے دعویداروں سے صاف کہہ دو کہ تمہارے دعوے کی سچائی اُسی وقت عیاں ہوگی جب کہ تم اتباع و اطاعت میں سرگرم ہو اتباعِ رسول کے بغیر محبتِ الٰہی اور اتباعِ قرآن کا دعویٰ باطل ہے ارشاد ہے:

(۱۰) ﴿ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم ﴾ (آل عمران: ع:٤ آیت:۳۱ ب:۳)

ترجمہ: آپ فرما دیں اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری راہ پر چلو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اطاعتِ رسول کا بار بار تاکیدی حکم دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کیا گیا کہ جب تک لوگ اپنے تمام جھگڑوں اور زندگی کے تمام فیصلوں میں رسول اللہ ﷺ کو حکم نہ بنائیں گے ان کا ایمان کالعدم ہے اور یہ بھی صاف کہہ دیا گیا کہ رسولِ برحق ﷺ کے فیصلوں کو دل کی کشادگی اور زبان وقلب کی ہم آہنگی کے ساتھ قبول کرنا ضروری ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ فلا وربک لا یومنون حتّٰی یُحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی أنفسهم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیما ﴾ (النساء: ع:۹ آیت:۶۵ ب:۵)

ترجمہ: سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ وہ آپ کو ہی منصف جانئیں اُس جھگڑے میں جو اُن میں اُٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں کسی قسم کی تنگی آپ کے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔

یہ آیت کریمہ جس حقیقت کبریٰ کو بیان کر رہی ہے اس پر غور کرنے کے بعد کسی مومن کو اطاعتِ رسول کے بارے میں شک وشبہ نہیں رہ سکتا۔

غرض اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن کو اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس سے انحراف کر سکے ارشاد ہے:

﴿ وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللّٰه ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص اللّٰه ورسوله فقد ضل ضلا لا مبیناً ﴾ (الاحزاب: ع:۵ ب:۲۲)

ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد یا عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنے کسی کام کا اختیار باقی رہے اور جس نے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ صریح اور صاف گمراہی میں پڑ گیا۔

آیت بالا واضح طور پر بتلا رہی ہے کہ رسول کے فیصلے کے مقابلے میں کسی مومن کو فیصلہ کرنے کا حق نہیں بلکہ اس کے لئے سعادت وسلامتی کی راہ یہی ہے کہ وہ رسول کے فیصلوں

کے سامنے سر جھکادے ورنہ بصورت دیگر اس کے حصہ میں ضلال وگمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

اور امام احمد بن حنبل شیبانیؒ کا قول پڑھئے فرماتے ہیں:

"میں نے قرآن پاک میں غور کیا تو تینتیس مقامات پر جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم موجود پایا پھر آپ اس آیت کی تلاوت فرمانے لگے ﴿فلیحذر الذین الخ﴾ (چاہئے کہ ڈریں وہ لوگ جو رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس بات سے کہ انکو کوئی فتنہ نہ پہنچ جائے) امام ممدوح اس آیت کو بار بار پڑھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ فتنہ کیا ہے؟ شرک ہے! ہوگا یہ کہ جب کوئی شخص آپ کے کسی قول کو رد کرے گا تو اس کے دل میں کجی سی پیدا ہوگی اور پھر جب اس کا دل کجی میں مبتلا ہوجائیگا تو اسکو ہلاک کردے گا۔"

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول: ص:٥٥)

اور صرف یہی نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے بلکہ ہر رسول مطاع ہوتا تھا اور ہر اُمت پر اپنے رسول کی اطاعت لازم تھی قرآن کریم بیان کرتا ہے:

﴿وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ﴾

(النساء: آیت: ٦٤ ع: ٩ پ:٥)

ترجمہ: ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اسکی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن اور حکم سے۔

اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں علامہ شہاب خفاجیؒ لکھتے ہیں:

"یعنی جن لوگوں کی طرف نبی کو بھیجا گیا ہے وہ اسکی اطاعت کریں اور اس کے فیصلوں پر رضامندی کا اظہار کریں لہذا جو شخص اس کے فیصلہ پر راضی نہیں وہ اسکی رسالت سے بھی راضی نہیں وہ اپنے فرض کا تارک اور کافر ہے، قاضی عیاضؒ نے فرمایا گویا اللہ تعالیٰ نے اس امر کو بطور دلیل بیان فرمایا ہے کہ جو شخص رسول کے فیصلوں سے رضامند نہ ہو اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کرے کافر ہے۔"

(نسیم الریاض: ج:٣ ص:٣٥٢)

قرآن فہمی کیلئے حدیث کی حاجت

خلاصۂ کلام یہ کہ وہ حضرات جو "عمل بالقرآن" اور "حسبنا کتاب اللہ" کے نعرے لگاتے ہیں وہ خود سوچیں اور غور کریں کہ مندرجہ بالا دلائل سے قرآنِ کریم ہی یہ بتاتا ہے کہ حدیث حجت ہے اور شریعت کا ایک مأخذ ہے اور قرآن فہمی کے لئے حدیث کی ضرورت ہے اور حدیث کو چھوڑ کر قرآن پر عمل ممکن ہی نہیں۔

اور خود عقلِ سلیم بھی یہی فیصلہ کرتی ہے کہ قرآن سمجھنے اور اسکی مرادات متعین کرنے کیلئے ہم نبی کے واسطے کے محتاج ہیں خود سوچیے اگر نبی کی ذات درمیان میں واسطہ نہ بنے تو کس کے بس کی بات ہے کہ وہ ان حقائق و معارف پر مطلع ہو سکے جو قرآن کے جامع ہونے کی وجہ سے ایک ایک لفظ میں پوشیدہ ہیں، نبوت کی راہنمائی کے بغیر ان اشارات کو کون سمجھ سکتا ہے جو قرآن نے اپنی جامعیت کی بناء پر اپنے وجود میں سموئے ہوئے ہیں۔ اشاراتِ ربانی کی اصل مراد کو صرف رب آشنا ہی پا سکتا ہے قرآن جو اپنے جامع ہونے کی بناء پر اعجازی فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے، جس کے کلمات کی ایک ایک تہ میں صدہا علوم لپٹے ہوئے ہیں، اس کے دقائق و حقائق پر اطلاع پانے کے لئے ایک ایسے واسطے کا ہونا ضروری ہے جو ایک لحاظ سے ذاتِ حق سے قریب تر ہو اور ایک لحاظ سے بندوں میں شامل ہو وہ لامحدود ذات و صفات کی حامل ہستی سے صادر ہونے والے کلام کے علوم و معارف پر بلا واسطہ خود اسی ہستی سے اطلاع پائے اور پھر اُسی کی راہنمائی میں عامہ خلائق کو ان پر مطلع کرے۔ اس کلام میں کوئی خفا ہو تو وہ اس کا اظہار کر دے کوئی اجمال ہو تو اسکی تفصیل کر دے کوئی ابہام ہو تو اس کو کھول دے غرضیکہ قرآن کی جامعیت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تمام اُصولی و کلی تعبیرات کی اصل مرادات متعین کر دے۔

حرفِ آخر

منکرین حدیث کے انکار حدیث کی وجہ کوئی علمی مغالطہ نہیں کہ اس کو دور کرنے کی کوشش کی جائے اور یہ اُمید رکھی جائے کہ اس مغالطہ کے دور ہونے کے بعد ان کو شرح صدر ہو جائے گا اور وہ انکار حدیث سے باز آجائیں گے اگر یہ بات ہوتی تو اب تک علماء حق ان کے شرح صدر کیلئے کافی سامان مہیا کر چکے ہیں اس کی روشنی میں انھیں اپنی غلطی کا احساس ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن ابھی تک انکار حدیث کے موقف پر بدستور قائم رہنے اور اس کو حرزِ جان بنائے رہنے کی وجہ یہ ہے کہ انکارِ حدیث کے بغیر ان کی گاڑی نہیں چلتی۔ دراصل دین کی پابندی ان کے نفس کی برداشت سے باہر ہے اور احادیث نبویہ قدم قدم پر شہوات نفس میں مزاحم ہیں۔ احادیث کو مانتے ہیں تو ان کی آزادی ماری جاتی ہے۔

نفس یورپ کی بے حیا تہذیب اور بے لگام تمدن پر فریفتہ ہے اور یہی فریفتگی ان کو انبیاء و مرسلین کی تہذیب و تمدن سے متنفر اور بیزار کئے ہوئے ہے۔ اتنی اخلاقی جرأت نہیں کہ اسلام سے صاف برأت کا اعلان کر دیں اس لئے ان منکرین حدیث نے درمیان کی راہ نکالی کہ حدیث کا انکار کر دیا جو ان کی آزادی میں اصل سدراہ تھی اور مسلمان کہلانے کے لئے قرآن کریم کا اقرار کر لیا کیونکہ قرآنِ کریم کی حیثیت ایک اُصولی اور قانونی کتاب کی ہے وہ ایک دستور اساسی ہے جو زیادہ تر اُصول وکلیات پر مشتمل ہے، جن میں ایجاز واختصار کی بناء پر تاویل کی گنجائش ہے جبکہ احادیث نبوی اُن اصول وکلیات کی شرح اور تفسیر ہیں ان میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب یہ بے چارے اپنی عیش پرستی کو باقی رکھنے کے لئے قرآن میں من مانی تاویل کرنے کیلئے حدیث کا انکار نہ کریں تو کیا کریں ورنہ ان کی عیش پرستی اور من چاہی آزادی ختم ہوتی ہے۔

اس کے باوجود ہم نے یہ مضمون لکھا تا کہ قرآن پر عمل کے ان دعوے داروں کے لئے

قرآن سے حدیث کی حجیت، حدیث کا ماٰخذ ہونا، اور قرآن فہمی کے لئے حدیث کی ضرورت کو ثابت کر کے اتمام حجت کر دی جائے۔ اور وہ سادہ لوح مسلمان جوان کے دلفریب نعروں سے متاثر ہو جاتے ہیں ان کو ان منکرینِ حدیث کی فتنہ انگیزیاں معلوم ہو جائیں۔

تمت بفضلہ تعالیٰ
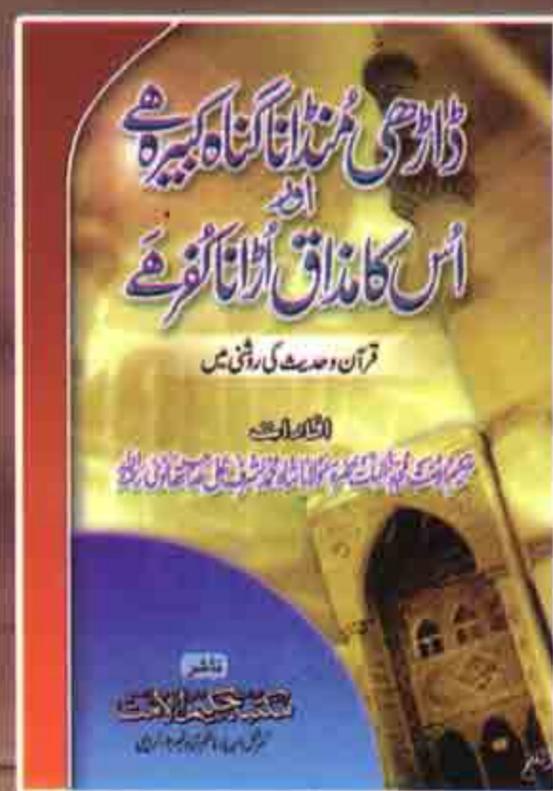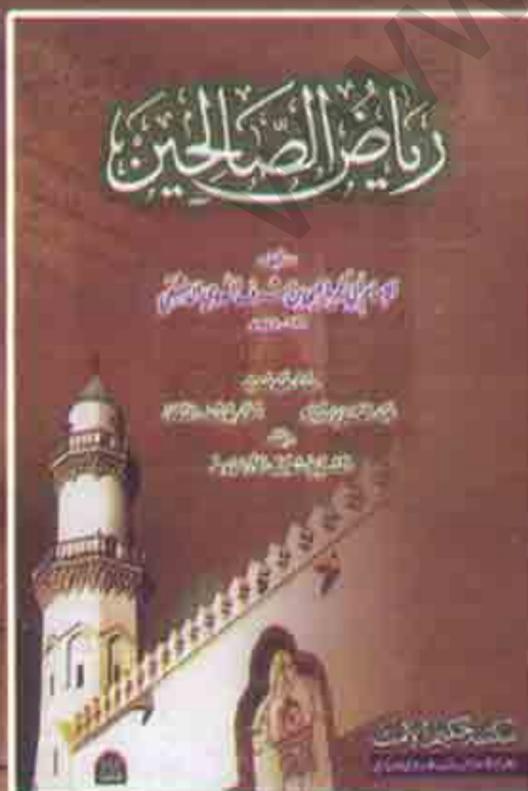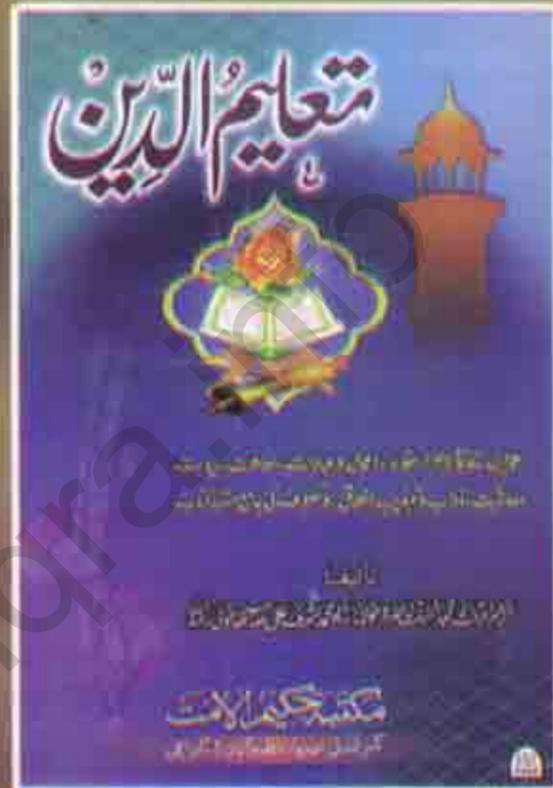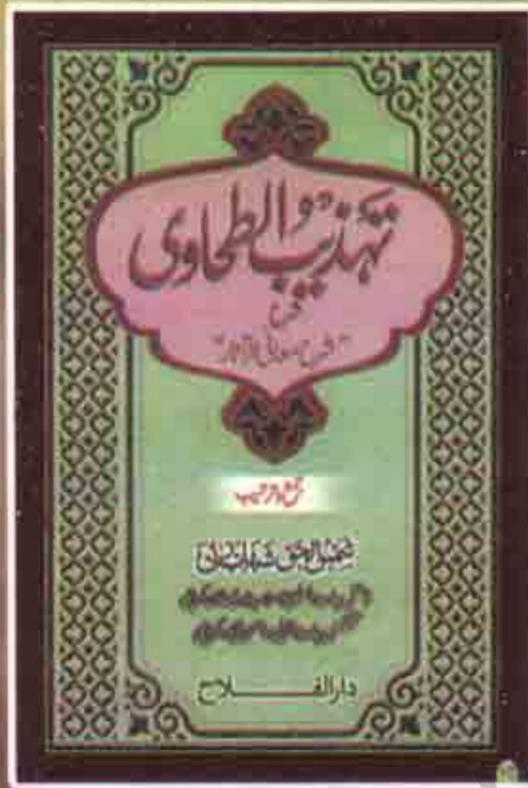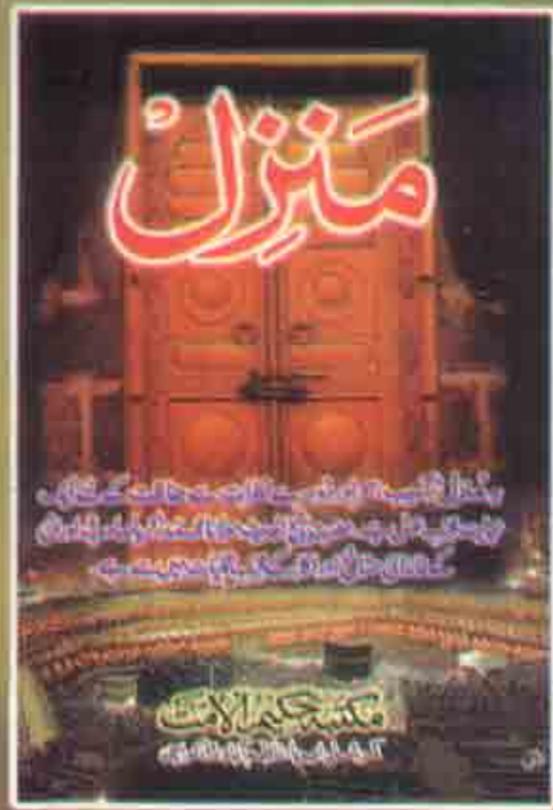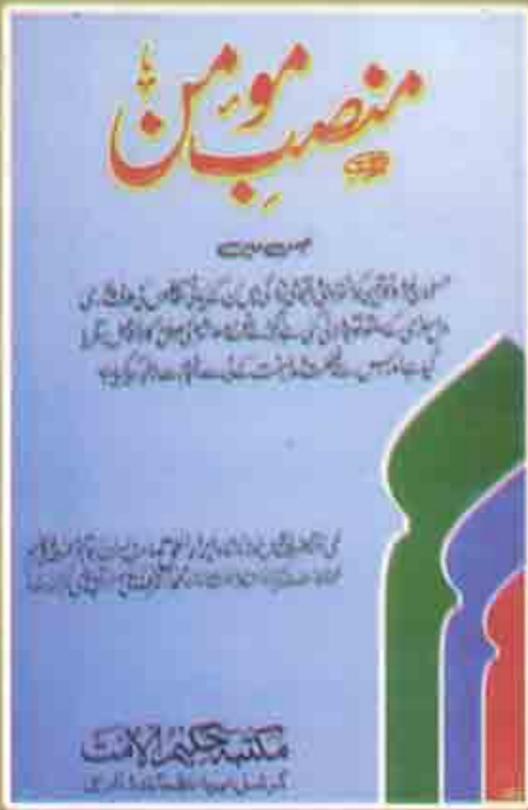
مکتبہ حکیم الامت
کمرشل ایریا، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی
Ph: 021-2004126 Cell: 0333-2136180